

فہرست مضامین

عنوان

پیش لفظ

حرف اول یا چند ضروری نکات

پہلا سبق

ایک اہم سوال، موت خاتمہ ہے یا ابتدا ؟

اکثر انسان موت سے کیوں ڈرتے ہیں ؟

موت سے اس خوف کی اصل دلیل -

موت کی تفسیر اور سیاہ نامہ اعمال -

موت کے بارے میں دو مختلف نظریے -

قیامت زندگی کو مفہوم دیتی ہے -

دوسرا سبق

اگر اسی عارضی زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوتی تو کیا ہوتا ؟

قیامت پر ایمان تربیت کے لئے ایک اہم چیز ہے -

روزِ حشر کی عدالت اور دنیاوی عدالتوں میں فرق

قیامت کی عدالت کا نمونہ خود تمہارے ضمیر میں موجود ہے

تیسرا سبق

انسان کا کتنی عدالتوں میں محاکمہ ہوتا ہے ؟

پہلی عدالت اور اس کی خصوصیات -

دوسری عدالت اور اس کی خصوصیات

تیسری عدالت کن خصوصیات کی حامل ہے ؟

ضمیر کی عدالت کے نقائص اور امتیازات
قیامت فطرت کی تحسلی گاہ ہیں
بقا سے محبت

پوچھا سبق

قدیم قوموں کے درمیان روزِ حشر کا عقیدہ
باطنی حکم کا وجود اور قیامت کا فطری ہونا
قیامت اور انصاف کی ترازو

پانچواں سبق

تمام آسمان و زمین انصاف کی بنیادوں پر قائم ہیں
اختیار اور ارادہ کی آزادی

چھٹا سبق

بارِ باہم نے قیامت اسی دنیا میں دیکھی ہے ۔
مشرکین مسئلہ قیامت پر کیوں تعجب کرتے ہیں ؟
قرآن اور موت کے بعد زندہ ہونا

ساتواں سبق

قیامت اور تخلیق کا فلسفہ
خدا نے ہمیں کیوں خلق کیا ؟
آیا یہ دنیاوی زندگی ہماری خلقت کا مقصد بن سکتی

ہے ؟

آٹھواں سبق

روح کی بقا، قیامت کے لئے ایک علامت ہے ۔
روح مادی اور الہی فلاسفہ کی نظر میں ۔
ایک بڑی دنیا کو چھوٹی سی فضا میں نہیں رکھا جاسکتا ۔
روح کی بیرونی فضا سے رابطہ کی خصوصیت ۔
روح کی اصلیت اور استقلال پر تجربی دلائل ۔

نواں سبق

جسمانی اور روحانی قیامت ۔

آیا قیامت جہانی ہے یا جہانی اور روحانی ؟
جہانی قیامت کا قرآن سے ثبوت ۔
عقلی اور قیامت جہانی ۔

جہانی قیامت کے بارے میں بعض سوالات اور ان کے
جوابات ۔

دسوال سابق۔ بہشت اور دوزخ اور اعمال کا مجسم ہو کر ظاہر
ہونا۔

کیسوت کے بعد والی دنیا اسی دنیا کی طرح ہے ؟
آیا اس دنیا کی حکومت کا نطفہ اس کی اسی دنیا کے نظام
حکومت کی طرح ہے ؟
اعمال کا مجسم ہو کر ظاہر ہونا ۔



دس سبق

هدية . هدية . هدية
المجمع العالمي لأهل البيت (ع)
The Ahl-e-Bait (a) World Assembly
www.ahl-e-bait.org

قیامتِ شناسی

(جوانوں کے لئے)

ان نقلہ۔ آیتہ اللہ ناصر مکارم شیرازی

پیشکش۔ بعثت فاؤنڈیشن تہران، ایران



- نام کتاب - قیامت شناسی
- تالیف - آیت الله ناصر مکارم شیرازی
- ترجمہ - انجینئر پرویز خادم حسین، بی ایس سی انجینئرنگ ایم آئی اے
- کاتب - صلاح الدین بارہ بنگوی، امام باڑہ روڈ رائڈ وے فیصل آباد
- پیشکش - بخت فاؤنڈیشن، تہران، ایران
- تاریخ اشاعت - ۱۴۱۱ھ محرم، ۱۹۹۰ء
- قیمت - ۱۰ روپے



پہلا سبق

ایک اہم سوال

موت خاتمہ ہے یا ابتدا؟

- اکثر انسان موت سے کیوں ڈرتا ہے ۔
- موت سے خوف کی اصل دلیل ۔
- موت کی تفسیر اور سیاہ نامہ اعمال ۔
- موت کے بارے میں دو مختلف نظریے ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اکثر انسان موت سے ڈرتے ہیں، آخر کیوں؟

موت ہمیشہ سے ایک وحشتناک شکل میں مجسم ہو کر لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آتی ہے۔ اور اس کا تصور ہی زندگی کے شیریں ثمرات کو بہت تلخ اور ناگوار بنادیتا ہے۔

لوگ موت کے نام ہی سے صرف نہیں ڈرتے بلکہ قبرستان کے نام سے بھی نفرت کرتے ہیں اور قبروں اور مقبروں کی چمک دمک سے موت کی اعلیٰ ماہریت کو بھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

دنیا کے مختلف ادب میں موت کا یہ وحشتناک تصور پوری طرح سے نمایاں ہے۔ اور ہمیشہ ”موت کا بھیانک ہیولی“ ”موت کا پنچہ“ اور ”موت کا طاپچ“ جیسی تعبیروں سے اسے یاد کیا جاتا ہے۔

جب لوگ کسی مردہ کا نام لینا چاہتے ہیں تو اس لئے کہ سننے والا کسی وحشت کا شکار نہ ہو اس طرح کے جملے بولتے ہیں: ”اس زمانہ سے دور“ ”میری زبان گنگ ہو جائے“ ”سات پہاڑ بیچ میں آجائیں“ ”اس کی خاک کے ذروں کے برابر آپ کی عمر ہو“ بغرض یہ کہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ سننے والے اور موت کے خیال کے درمیان ایک دیوار کھینچ جائے۔

لیکن ہمیں چاہئے کہ تجربہ کریں اور دیکھیں کہ موت کے بارے میں لوگوں کی

وحشت کی اصل دھکیارہی ہے ؟

اس عام خیال کے برخلاف لوگوں کا کیوں ایک ایسا گروہ ہے جو نہ صرف یہ کہ موت سے ہراساں نہیں ہوتا بلکہ ان کے چہرہ پر تبسم کھیلتا ہے اور وہ موت کے استقبال میں افتخار کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔

ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ ایسی حالت میں جب کہ لوگوں کا ایک گروہ آبِ حیات اور جوانی کے لئے اکیر وادوں کی تلاش کرتا تھا تو ایک گروہ ایسا بھی تھا جو جہاد کے لئے مورچوں کی طرف عاشقانہ طور پر بڑھتا تھا اور موت کا مذاق اڑاتا تھا۔ اور کبھی کبھی یہ لوگ اپنی طولانی زندگی کا گلہ کرتے تھے اور ایک ایسے دن کی آرزو کرتے تھے جب وہ اپنے محبوب اور اپنے خدا کا دیدار کریں گے اور اس سے ملحق ہو جائیں گے اور آج بھی ہم حق و باطل کی جنگ میں تمام مورچوں پر اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ شہادت کے استقبال میں کیونکر ہتھیلیو نیز اپنی جانیں لئے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔

★ ★ ★

موت سے خوف کی اصلی دلیل

غور و فکر اور تحقیق کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ موت سے ہمیشہ کی وحشت کی صرف دو وجوہات ہیں۔

۱۔ فنا کے معنوں میں موت کی تفسیر

انسان ہمیشہ فنا سے گریزاں رہتا ہے۔ بیماری سے بچتا ہے کیونکہ

اس کا عدم وجود ہی اس کی سلامتی اور بقا ہے۔ اندھیرے سے اسے وحشت ہوتی ہے کیونکہ اسکی عدم موجودگی روشنی ہے۔
انسان فقیری سے ڈرتا ہے کیونکہ اس کی عدم موجودگی اس کو غنی کرتی ہے۔

یہاں تک کہ کبھی کبھی خالی گھر سے اسے وحشت ہوتی ہے اور ایک خالی بیابان میں وہ خوف کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ کوئی دوسرا وہاں موجود نہیں ہوتا۔
اور تعجب کی بات یہ ہے کہ انسان خود مردہ سے بھی ڈرتا ہے۔ مثلاً وہ اس بات کے لئے آمادہ نہیں ہوتا کہ کسی کمرہ میں اگر کوئی مردہ ہے تو راست میں وہاں رہے حالانکہ جب یہی مردہ زندہ تھا تو وہ اس شخص سے بالکل نہیں ڈرتا تھا۔
اب ہم یہ دیکھیں گے کہ انسان عدم اور نیستی سے کیوں ڈرتا ہے اور وحشت کرتا ہے۔ انکی دلیل واضح ہے۔ ہستی کا ہستی سے ربط و ضبط ہے اور وجود کی وجود کے ساتھ آشنائی ہے۔ وجود کی عدم سے ہرگز شناسائی نہیں ہوتی۔ بس اسی طرح عدم کے ساتھ ہماری بیگانگی بھی بالکل فطری ہے۔
اب اگر ہم موت کو ہر چیز کا خاتمہ سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ مرنے سے ساری چیزیں ختم ہو جاتی ہیں۔ تو ہم کو حق ہے کہ ہم موت سے ڈریں اور یہاں تک کہ اس کے نام اور خیال سے وحشت کریں۔ کیوں کہ موت ہم سے رہی چیزیں چھین لیتی ہے۔

لیکن اگر ہم موت کو ایک نئی زندگی اور حیات جاودانی کے آغاز کا ذریعہ اور عظیم عالم کی طرف ایک دریچہ سمجھیں تو فطری طور پر نہ صرف یہ کہ موت سے ہمیں وحشت نہیں ہوگی بلکہ نہر اس پاک اور کامیاب شخص کو جو موت کی طرف قدم بڑھا گا مبارکباد پیش کریں گے۔

۲۔ سیاہ نامہ اعمال

لوگوں کے ایسے گروہ کو بھی ہم جانتے ہیں جو موت کی تفسیر فنا اور نابودی کے معنی میں نہیں کرتے اور موت کے بعد کی زندگی کے بھی منکر نہیں ہیں لیکن اسکے باوجود موت سے ڈرتے ہیں۔

کیونکہ ان کا نامہ اعمال اس قدر سیاہ و تاریک ہے کہ وہ موت کے بعد کی دردناک سزاؤں سے وحشت رکھتے ہیں۔

ایسے لوگ حتیٰ بجانب ہیں کہ موت سے ڈریں۔ یہ ان خطرناک مجرموں کی مانند ہیں جو قید خانہ میں ہیں اور آزادی سے ڈرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جیسے ہی ان کو قید خانہ سے باہر لے جایا جائیگا فوراً پھانسی کے تختہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔

یہ شخص قید خانہ کی سلاخوں سے مضبوطی سے چپکا رہتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ آزادی سے نفرت کرتا ہے بلکہ وہ ایسی آزادی سے ڈرتا ہے جس کے نتیجے میں اسے پھانسی کی سزا دیدی جائے گی۔ اسی طرح وہ بدکار لوگ جو اپنے جہموں کے تنگ پنجرہوں سے اپنی روجوں کی آزادی کو اس بات کا مقدمہ سمجھتے ہیں کہ انکے پرے قابل ننگ اور ظلم و ستم اور تباہ کاری کے اعمال کی وجہ سے زبردست شکمنوں سے ان کو سزا دی جائے گی، موت سے وحشت رکھتے ہیں۔

لیکن جو لوگ نہ تو موت کو اپنی منہا سمجھتے ہیں اور نہ ہی ان کا نامہ اعمال سیاہ و تاریک ہیں وہ کیوں موت سے ڈریں گے ؟

بلاشبہ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی دنیاوی زندگی کو بھی چلتے ہیں مگر مرف

اس لئے کہ موت کے بعد آخرت میں اپنی نئی زندگی کے لئے اس دنیاوی زندگی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ اور اس موت کا جو اپنے اصل مقصد اور اختصار اور خدا کی خوشنودی کی راہ میں ہو، خیر مقدم کرتے ہیں۔

★ ★ ★

دو مختلف نظریے

ہم بیان کر چکے ہیں کہ لوگوں کے دو گروہ ہیں اور وہ گروہ جس میں لوگوں کی اکثریت شامل ہے موت سے بیزار اور متنفر ہے۔

لیکن دوسرے گروہ کے لوگ اس موت کا جو ایک عظیم مقصد مثلاً خدا کی راہ میں شہادت کے لئے ہو خیر مقدم کرتے ہیں۔ یا کم از کم جس وقت احساس کرتے ہیں کہ ان کی عمر طبعی اب خاتمہ کے قریب پہنچ چکی ہے تو ان کے دل میں کسی طرح کے غم و اندوہ کا گزر نہیں ہوتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں گروہ دو مختلف نظریے رکھتے ہیں۔

پہلا گروہ :

اس گروہ کے لوگ یا تو موت کے بعد کی دنیا (آخرت) پر ایمان ہی نہیں رکھتے اور یا اگر ایمان رکھتے بھی ہیں تو ابھی اس پر ان کو یقین نہیں آیا ہے لہذا موت کے لمحہ کو ہر چیز سے اپنی جدائی کا لمحہ سمجھتے ہیں۔ البتہ ہر چیز سے جدا ہونا بڑا وحشتناک سے روشنی اور نور سے مکمل اندھیرے کی طرف قدم بڑھانا جی دکھ سے بھرا ہے۔

اسی طرح قید خانے سے آزاد ہونا اور ایک عدالت کی طرف اس شخص کا جانا

(جو مجرم ہے اور جس کے جرم کا پورا ثبوت ثابت ہو چکا ہے بھی وحشت انگیز اور ہوناک ہے ۔

دوسرا گروہ :

لیکن دوسرا گروہ کے لوگ موت کو ایک نئی زندگی تصور کرتے ہیں ۔ اور موت کو دنیا کے محدود و تاریک ماحول سے جلد نکلنے کا ذریعہ اور ایک وسیع و عریض و روشن دنیا کی طرف جانا تصور کرتے ہیں ۔

ان کے لئے موت ایک تنگ اور چھوٹے پنجرے سے آزاد ہونا اور وسیع آسمان کی فضا میں پرواز کرنا ہے اور ایک ایسے ماحول سے جو جھگڑوں، کشمکشوں، تنگ نظریوں، بے انصافیوں، کینہ پروریوں اور جنگوں کا مرکز ہو، باہر نکلنا ہے نیز ایک ایسے ماحول کی طرف قدم بڑھانا ہے جو ان تمام آلودگیوں سے پاک ہے ۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو ایسی موت سے وحشت نہیں ہوتی ۔ بلکہ وہ تو حضرت علیؑ کی طرح کہتے ہیں : لا بن ابی طالب النس بالموت من الطفل بشدی امہ : (خدا کی قسم ایک شیر خوار بچہ کو جس طرح اپنی ماں کے پستان سے محبت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ محبت فرزند ابوطالبؑ کو موت سے ہے ۔

یابہ لوگ فارسی زبان کے ایک شاعر کی طرح اس آواز پر سردھنتے ہیں :

مرگ اگر مرد است گو نزد من آئی

تا در آغوش بگیرم تنگ تنگ !

من ز او جانی ستانم جاودان

او ز من وقتی ستاند رنگ رنگ !

(اگر موت مرد (بہادر ہے) تو اس سے کہو میرے سامنے آئے تاکہ میں اسے

بہترین بی بیج کرگو د میں لوں۔ میں اس سے اپنی ہمیشہ رہنے والی زندگی لے لوں اور وہ مجھ سے درویشی کا رنگ بزنکا لباس لے لے۔

یہ بلا سبب نہیں ہے کہ تاریخ اسلام میں ہم کو حضرت امام حسینؑ اور ان کے جانشین اصحاب جیسے افراد نظر آتے ہیں کہ جیسے جیسے ان کی شہادت کا وقت نزدیک آتا تھا ان کے چہرے اتنے ہی زیادہ شاداب و درخشان ہوتے جاتے تھے اور وہ اپنے محبوب کے دیدار کے شوق میں پھولے نہیں سماتے تھے۔ اور اس کے علاوہ حضرت علیؑ کی پرافتخار زندگی کی تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں کہ جس وقت ان کے سر پر (سجدہ میں) تلوار پڑی تو کہتے جاتے تھے: ”فزت مبرب الکعبۃ“ یعنی ”کعبہ کے خدا کی قسم میں کامیاب و مطمئن ہوا“ باظاہر ہے کہ اس بیان سے یہ منظور نہیں ہے کہ انسان خود کو خطرے میں ڈال دے۔ اور زندگی کی اس عظیم نعمت کی قدر نہ کرے۔ اور اہم مقاصد تک پہنچنے کے لئے اس زندگی سے فائدہ نہ اٹھائے۔

بلکہ اس بیان سے یہ منظور ہے کہ انسان زندگی سے صحیح طور پر استفادہ کرے۔ لیکن زندگی کے خاتمہ سے ہرگز ہر اسان نہ ہو خاص طور پر اگر یہ خاتمہ ایک عظیم و بلند مقصد کی راہ میں ہو۔



سوچئے اور جواب دیجئے!

- ۱۔ لوگ موت سے کیوں ڈرتے ہیں؟ وراثت کی سادھت میں؟
- ۲۔ کیوں یک گروہ موت کا ذوق مارا ہے اور حق راہ میں شہداء کا مشتاق رہتا ہے؟
- ۳۔ موت کے لحوہ کس چیز سے تزیین ہوا ہے؟ یہ پیر کا روٹھا ہوا حضرت موت کے لئے کیا ہے؟ کیا کس درخت کو لہو و برہ سے جلیبہہ تھا اور موت کے لئے یہ درخت کس طرح رہتے ہیں؟
- ۴۔ کیا اپنی عمر میں آپ نے بد اعمالی سے یا مسخوں کو دیکھا ہے جو موت سے ڈرتے توں بدتر ہوئے؟
- ۵۔ حضرت علیؓ کی نظر میں موت کا اندازہ کیا ہے؟



وَمِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
عَلَى حُفَى
وَمِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
عَلَى حُفَى

دوسرا سبق

قیامت زندگی کو ایک مفہوم دیتی ہے

- اس ماضی زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوتی
تو کیا ہوتا ؟
- قیامت پر ایمان تربیت کے لئے ایک اہم
چیز ہے
- روزِ شہ کی عدالت اور دنیاوی عدالتوں میں فرق

اگر اس عارضی زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوتی تو کیسا ہوتا ؟

اگر ہم اس دنیا کی زندگی پر بغیر دوسری دنیا (آخرت) کی زندگی کے وجود کے نگاہ ڈالیں تو وہ بے مقصد اور بیکار نظر آئے گی۔ یہ بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح ہم شکم مادر میں بچہ کی زندگی کا بغیر اس دنیا کی زندگی کے وجود کے تصور کریں۔

ایک بچہ جو شکم مادر میں ہوتا ہے اور اس محدود و تاریک قید خانہ میں مہینوں مقید رہتا ہے اگر وہ عقل و خرد رکھتا ہو اور وہ اپنی شکم مادر کی اس زندگی کے بارے میں غور کرے تو اسے ضرور تعجب ہوگا۔

کیوں میں اس تاریک قید خانہ میں مقید ہوں ؟
کیوں میرے لئے ضروری ہے کہ پانی اور خون کے درمیان اپنے ہاتھ پیر ماروں ؟

آخر میری اس زندگی کا کیا نتیجہ نکلے گا ؟

میں کب سے آیا ہوں اور کیوں آیا ہوں ؟

لیکن اگر اس بچہ کو ہم بتائیں کہ تمہاری زندگی کا یہ دور ایک ابتدائی دور ہے اور تمہارے جسم کے اعضاء یہاں شکل اختیار کر رہے ہیں اور طاقتور بن رہے ہیں اور ایک بڑی دنیا میں جستجو اور حرکت کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔

نو مہینے گزرنے کے بعد اس قید خانہ سے تمہاری آزادی کا حکم صادر ہوگا۔

اس کے بعد تم، ایک ایسی دنیا میں قدم رکھو گے جس میں چمکتا ہو آفتاب، در دکمت ہو اماں تپاں، سرسبز درخت اور بہتے ہوئے پانی کی نہریاں اور مختلف نعمتیں ہیں۔ تو اس وقت یہ بچہ ایک اطمینان کی ساسیت ہے، در کہتا ہے اچھا اب میں سمجھا کہ اس قید خانہ میں میرے وجود کا کیا مقصد ہے !

یہ دور زندگی ایک ابتدائی مرحلہ ہے، یہ ایک چھلانگ لگانے کے لئے تخت ہے، یہ ایک بڑی یونیورسٹی میں پہنچنے کے لئے ایک درجہ ہے۔ البتہ اگر اس دنیا کی زندگی کا راستہ رابطہ شکم، در میں بچہ کی زندگی سے کاٹ دیا جائے تو اس کے لئے سب کچھ تاریک اور بے مقصد ہو جائے گا اور اس کی قید ایک دشتِ ناک قید ہو جائے گی، در یہ قید دکھ دینے والی اور بے نتیجہ ہوگی۔



اس دنیا کی زندگی کا موت کے بعد کی زندگی سے رابطہ بھی اسی طرح

کا ہے۔

ہمارے لئے کیا ضروری ہے کہ ہم اس دنیا میں ساری مشکلات کے درمیان ستر سال یا اس سے کم یا زیادہ مدت تک باتھ پر یار ہیں ؟ ایک مدت تک ہم کچھ اور نا تجربہ کار رہتے ہیں، در جب ہم پختہ اور تجربہ کار ہوتے ہیں تو ہماری عمر ختم ہو جانے والی ہوتی ہے۔

ہم کو برسوں تک علم و دانش حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اور جس وقت ہم معلومات کے اعتبار سے پختہ ہو جاتے ہیں تو ہمارے سر پر بڑھ پلے کی برف پڑ چکی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ کس بات کے لئے ہم زندہ رہیں؟ کھانا کھانے کے لئے، لباس پہننے کے لئے اور سونے کے لئے؟ اور اسی طرح زندگی کو دسیوں سال دہرانے کے لئے؟

کیا یہ کشادہ آسمان، یہ وسیع زمین، اور یہ سارے ابتدائی مراحل، یہ سارے علوم اور تجربوں کا حاصل کرنا، یہ سب اساتذہ اور تربیت کرنے والے، کیا سب اسی کھانے پینے اور لباس پہننے اور انحطاط پذیر ایک ہی طرح کی زندگی کے لئے ہے؟

یہاں پر ان لوگوں کے لئے جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں یہ زندگی کھوکھی ثابت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ نہ تو ان چھوٹے چھوٹے کاموں کو زندگی کا مقصد ہی قرار دے سکتے اور نہ وہ موت کے بعد کی دنیا (آخرت) ہی پر ایمان رکھتے ہیں۔

لہذا یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ان لوگوں کا ایک گروہ ایسی بے مقصد اور کھوکھی زندگی سے نجات کے لئے خودکشی کا اقدام کرتا ہے۔ لیکن اگر ہم یقین کریں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ دنیا کاشتکاری کیلئے ایک وسیع زمین ہے جس میں ہم بیج بونے کا کام کریں اور اس کی فصل ہم ایک ابدی اور جاودانی زندگی میں کاٹیں۔

دنیا ایک یونیورسٹی ہے جس میں ہمیں چاہئے کہ معلومات حاصل کریں، اور خود کو ایک ہمیشہ رہنے والی دنیا کی زندگی کے لئے تیار کریں، دنیا ایک گذرگاہ اور پل ہے جس سے ہمیں چاہئے کہ گزر جائیں۔

ایسی صورت میں دنیا ہی زندگی کھوکھی اور بے معنی نہ ہوگی۔ بلکہ ایک ابدی اور جاودانی زندگی کے لئے ایک ابتدائی مرحلہ ہوگی جس کی راہ میں

ہم جس قدر کوشاں رہیں م ہے ۔

ہاں ! قیامت پر ایمان انسان کی زندگی کو ایک نیا دم بخشتا ہے ۔ اور انسان کو بے چینی و خوف اور کھوکھلے پندے پر اپنی عطا کرتا ہے ۔



قیامت پر ایمان تربیت کے لئے ایک اہم چیز ہے

اس کے علاوہ آخرت کی عظیم عدالت کے وجود پر اعتقاد ہماری آج کی زندگی میں بے حد مؤثر ہے ۔

فرض کیجئے کہ ایک ملک میں یہ اعلان ہو جائے کہ ”سال کے دو وران فلاں دن کسی بھی جرم کی کوئی سزا نہ ہوگی اور اس کے لئے کوئی مقدمہ اور قائل تیار نہیں کیا جائے گی اور لوگ کسی بھی سزا کے نہ دیئے جانے سے مطمئن ہو کر اس دن کو گزار سکتے ہیں ۔ پولیس اور انتظامیہ کے افسران کی اس دن چھٹی رہے گی ۔ جیل خانے اور عدالتیں اس دن بند رہیں گی ۔ یہاں تک کہ دوسرے دن جب عام زندگی شروع ہوگی تو اس دن کے جرائم کے بارے میں عدالتوں میں بحث نہیں ہوگی ۔ سوچئے ! اس دن معاشرہ اپنی کیا شکل اختیار کرے گا ۔

روزِ محشر پر ایمان ایک عظیم عدالت پر ایمان ہے جس کا اس دنیا کی عدالت سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا ۔



روزِ حشر کی عدالت اور دنیاوی عدالت میں فرق

- ۱۔ منظم عدالت کی خصوصیات یہ ہیں :
 - ۱۔ منظم عدالت سے مراد ہے جس کا کوئی اثر ہے اور نہ اس کا کوئی اثر ہو۔
 - ۲۔ منظم عدالت میں ہر شخص کی طرف سے عدالت کے سامنے ہونے کی ضرورت ہے۔
 - ۳۔ منظم عدالت میں ہر شخص کی طرف سے عدالت کے سامنے ہونے کی ضرورت ہے۔
 - ۴۔ منظم عدالت میں ہر شخص کی طرف سے عدالت کے سامنے ہونے کی ضرورت ہے۔
 - ۵۔ منظم عدالت میں ہر شخص کی طرف سے عدالت کے سامنے ہونے کی ضرورت ہے۔
- ۲۔ یہ عدالت ہے جس میں اس دنیا کی مدتوں کی طرف سے عدالت کے سامنے ہونے کی ضرورت ہے۔
- ۳۔ یہ عدالت ہے جس میں اس دنیا کی مدتوں کی طرف سے عدالت کے سامنے ہونے کی ضرورت ہے۔
- ۴۔ یہ عدالت ہے جس میں اس دنیا کی مدتوں کی طرف سے عدالت کے سامنے ہونے کی ضرورت ہے۔
- ۵۔ یہ عدالت ہے جس میں اس دنیا کی مدتوں کی طرف سے عدالت کے سامنے ہونے کی ضرورت ہے۔

۶۔ اس کے علاوہ اس عدالت میں سزائیں و جزائیں ایک خاص مدت کے لئے نہیں ہیں۔ اور اکثر خود ہمارے اعمال میں جو یہ عمل اختیار کرتے ہیں، اور ہمارے ساتھ ساتھ رہتے ہیں، اور ہم کو تکلیف پہنچاتے ہیں یا آسائش اور نعمتوں میں ہم کو ملے جاتے ہیں۔

ان خصوصیات کی حامل عدالت پر ایمان انسان کو ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کی طرح کہتا ہے :

”خدا کی قسم اگر میں راتوں کو صبح تک بجائے نرم بستر کے کانٹوں پر لیٹر کر لوں اور دنوں میں میرے ہاتھ پیر زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں اور مجھے کوڑہ بازار میں کھینچا جائے تب بھی یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہوگا کہ میں اپنے عظیم پروردگار کی بارگاہ میں اس حال میں حاضر ہوں کہ خدا کے بندوں میں سے کسی بندے پر میں نے ظلم کیا ہو یا کسی شخص کا حق غضب کی ہو۔“ (۱)

ایسی عدالت پر ایمان ہی ہے جو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ تپتے اور جلتے ہوئے لوہے کو اپنے بھائی حقیق بن ابی طالب کے ہاتھ کے قریب بیجاتے ہیں جو بیت المال میں اپنے لئے ترجیح کے خواہاں ہیں۔ اور جس وقت بھائی کی فریاد بلند ہوتی ہے تو انھیں نصیحت کرتے ہیں اور کہتے ہیں : ”بھائی ! آپ ایک معمولی سی آگ جو انسان کے ہاتھوں کا نہیں ہے کہ شعلہ سے بے چین ہو کر فریاد کرتے ہیں لیکن اپنے بھائی واس مومک آگ کی طرف جس کے شعلے خدا کے قہر و غضب سے بھڑک رہے ہیں کیسے بچتے ہیں ؟“ (۲)

(۱) منہج البلاغہ - جلد ۲۲

(۲) منہج البلاغہ - جلد ۲۲

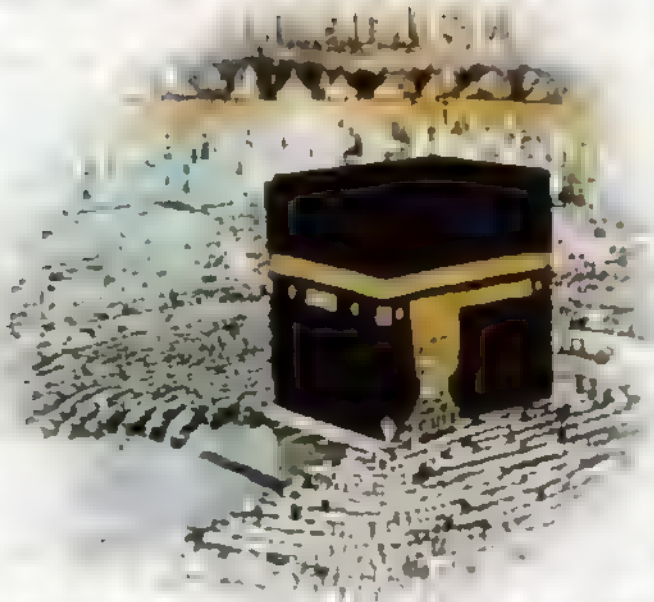
کیا ایمان کے اس درجہ پر فائز ایسے انسان کو دھوکا دیا جاسکتا ہے ؟
 کیا رشوت سے اس کے ضمیر کو خریداجا سکتا ہے ؟
 کیا مانچے اور دھونس سے اس کو حق کی راہ سے باطل کی راہ کی طرف منحرف
 کیا جاسکتا ہے ؟ قرآن مجید کہتا ہے : جس وقت گنہگار اپنے نامہ اعمال کو دیکھیں
 گے تو اپنی فریاد بلند کریں گے اور کہیں گے : مَا يَهْدِي الْكَفَّ لَا أَصْعَادُ مِنْ صَعُرَةٍ
 وَلَا كَمِيزَةٍ (اَلْاَحْصٰىهَا) : (ہائے ہماری شامت !) یہ کیسی کتاب ہے کہ
 زچھوٹے ہی گناہ کو بے قلمبند کئے چھوڑتی ہے نہ بڑے گناہ کو (.....) (۱۱)
 اور اس طرح ہر کام میں اپنی ذمہ داری کا احساس انسان کی روح کی
 نگہ ایوں میں ایک طقنور نہ پیدا کر دیتا ہے جو اسے گمراہیوں، نا انصافیوں
 اور زیادتیوں سے روکتا ہے ۔



سوچئے اور جواب دیجئے !

- ۱۔ اگر اس دنیا کی متحدہ داور ماریٹی زمین کی سطح پر ایک دوسری دنیا، آخرت، نہ ہوتی تو کیا موتا ؟
- ۲۔ توحید اور قیامت نے نہ تو زمین کا ایک گروہ کیوں خود کشی کا اقدام کرتا ہے ؟
- ۳۔ روزِ حشر کی عدالت اور اس دنیا کی عدالت میں کیا فرق ہے ؟
- ۴۔ قیامت پر ایمان انسان نے جس پر کیا اثر ڈالتا ہے ؟
- ۵۔ امیہ المؤمنین کی سیلہ استہام نے اپنے جہالی عقیدے سے کیا کہا ؟ وہ کیا چاہتے تھے اور حشر کی علی نے ان کو کیا جواب دیا ؟





**MAY ALLAH
BLESS YOU**

تیسرا سبق

قیامت کی عدالت کا نمونہ

خود تمہارے ضمیر میں موجود ہے

- انسان کا کتنی عدالتوں میں محاکمہ ہوتا ہے ۔
- پہلی عدالت اور اس کی خصوصیات ۔
- دوسری عدالت اور اس کی خصوصیات ۔
- تیسری عدالت کن خصوصیات کی حامل ہے ۔
- ضمیر کی عدالت کے امتیازات اور نقص ۔

انسان کا کتنی عدالتوں میں محاکمہ ہوتا ہے

چونکہ موت کے بعد زندگی اور قیامت کی عظیم عدالت کا مسئلہ انسان کے لئے جو کہ اس دنیا محمد و قید خانہ میں ہے بالکل نیا ہے خداوند عالم نے اُس عدالت کا ایک چھوٹا سا نمونہ اسی دنیا میں ہم کو عطا کیا ہے جس کا نام ضمیر کی عدالت ہے لیکن ہمیں فراموش نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ ہم نے اس کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

اس مسئلہ پر زیادہ وضاحت سے بیان پیش کرتے ہیں :
انسان جس اعمال کو انجام دیتا ہے اس کا حساب چند عدالتوں میں ہوتا ہے۔

پہلی عدالت اور اسکی خصوصیات

سب سے پہلی عدالت یہی معمولی انسانی عدالتیں ہیں۔ البتہ اپنی تمام حمزوریوں اور خامیوں کے ساتھ اگرچہ انھیں معمولی عدالتوں کا وجود جرائم کی تخفیف کے لئے کافی حد تک اثر انداز ہوتا ہے لیکن ان عدالتوں کی بنیاد اور اصلیت ایسی ہے کہ ان سے مکمل انصاف کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے کہ اگر ان عدالتوں میں غلط قوانین اور غیر منصف جج جگہ لیں تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ رشوت خوریاں، پارٹی بازیاں، خصوصی تعلقات سیاسی باز میگی اور ہزاروں دوسری خواہ یہاں ان عدالتوں پر ایسی اثر انداز ہو جاتی

ہیں کہ کہنا درست ہوگا کہ ان کا نہ ہونا ان کے وجود سے بہتر تھا کیوں کہ ان کے وجود سے ظالموں کے غلط مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور اگر ان عدالتوں کے قوانین منصفانہ اور ان کے جج ہوشیار اور باتقویٰ بھی ہوں تب بھی بہت سے مجرم ایسے ہیں جو اس طرح ماہرانہ عمل کرتے ہیں کہ اپنی طرف سے جرم کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑتے۔ اور یا یہ مجرم کچھ اس طرح سے اپنی فائل اور مقدمہ کو مرتب کرواتے ہیں اور عدالت میں جوڑ توڑ لگاتے ہیں کہ جج کے دست و بازو باندھ دیتے ہیں اور قوانین کو بے اثر کر دیتے ہیں۔

دوسری عدالت اور اسکی خصوصیات

دوسری عدالت جو اس عدالت سے زیادہ بہتر اور صحیح ہے ”وہ جزا اعمال“ کی عدالت ہے۔ ہمارے اعمال اثر رکھتے ہیں جو کم یا زیادہ مدت میں ہمارے دامن پر پکڑ لیتے ہیں۔

اگر اسے ہم ایک عام اصول کے طور پر نہ بھی مانیں تب بھی کم از کم بہت سے موقعوں پر یہ بات سچ ثابت ہوتی ہے۔

ہم نے ایسی حکومتیں دیکھی ہیں جن کی بنیادیں ظلم و جور و ستم پر تھیں اور ان سے جو بن پڑا انھوں نے کیا لیکن بالآخر انھوں نے جو حال بنا تھا اسی میں پھنس گئیں۔ اور ان کے عمل کے رد عمل نے ان کے دامن کو پکڑ لیا اور اس طرح گرتیں اور نابود ہو گئیں کہ ان کے آثار بجز من و نفعین کے باقی نہ رہ گئے۔

چونکہ تم کی بڑا دوسرا ملت و معمول اور ظاہری پیوندوں سے مربوط ہے اس لئے کم جی ممکن ہے کہ کوئی شخص جو رتور کر کے اس کے چنگل سے بچا رہے۔ اس عدالت میں جو نفیس فقط پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ عدالت ثبوتی و در عالمی نہیں ہے۔ در اسی وجہ سے یہ ہم کو قیامت کی اس عظیم عدالت سے بے نیاز نہیں کرتی ہے۔

تیسری عدالت کن خصوصیات کی حامل ہے

تیسری عدالت جو اس دوسری عدالت سے بھی زیادہ دقیق اور صحیح ہے۔ یہ ”ضمیمہ“ کی عدالت ہے۔

بطرح نظام شمسی اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ ایک ”ایٹم“ میں سمٹ گیا ہے اسی طرح کہا جاسکتا ہے کہ ضمیمہ کی عدالت بھی قیامت کی عدالت کا ایک نمونہ ہے جو خود ہمارے وجود میں پایا جاتا ہے۔

کیونکہ انسان کے وجود میں ایک ایسی پوشیدہ طاقت ہے جسے فدا سنہ ”عقل علی“ کہتے ہیں اور قرآن مجید اسے ”نفسِ توامہ“ کہتا ہے اور آئن کے دور میں اسے ”ضمیمہ“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جیسے ہی اچھایا ہوا کام انسان کے سامنے آتا ہے فوراً ”ضمیمہ“ کی یہ عدالت اپنا کام شروع کر دیتی ہے اور بغیر کسی شور و غل کے لیکن انتہائی صحیح اور اصولی طور پر اس مقدمہ کی سماعت شروع کرتی ہے۔ اور اپنے حکم کا نتیجہ سزاؤں یا جزاؤں کی صورت میں پیش کر دیتی ہے۔

کبھی تو یہ عدالت مجرموں کو اندر سے کوڑے لگاتی ہے اور ان کو اس طرح

وہی شگنوں میں جکڑ بیٹتی ہے کہ وہ موت کا بھی آغوش کے ساتھ استقبال کرتے ہیں اور اس کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں اور اپنے وحیات نامہ میں لکھ دیتے ہیں کہ اگر ہم نے خودکشی کا اقدام کیا تو یہ نہ صرف غمناک و پشیمانی سے نسبت دہانے کیلئے تھا۔

اور کبھی یہ عدالت انسان کو ایک اچھے کام کے لئے، سطح شوق دلاتی ہے کہ اسے وجد و سرور سے رشتہ کر دیتی ہے۔ اور انسان اپنے اندر کی اگہ ایٹوں میں سکون محسوس کرتا ہے ایک ایسا دلنویس، قابل تعریف اور لذت سے بھرپور سکون جسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔

ضمیمہ کی عدالت کے بعض امتیازات

- ۱۔ یہ عدالت بعض امتیازات و خصوصیات کی حامل ہے :
اس عدالت میں حج، گواہ، حکم جاری کرنے والا اور تماشائی سب ایک ہی ہے۔ وہی ضمیمہ کی طاقت ہے جو گواہی دیتی ہے فیصلہ کرتی ہے اور اس کے بعد آستین اوپر چڑھاتی ہے اور اپنا حکم جاری کرتی ہے۔
- ۲۔ شور شرابے سے کچھ لوہ عام عدالتوں کے برخلاف جن میں کبھی کبھی ایک مقدمہ کی کارروائی میں کئی سال لگ جاتے ہیں اس عدالت کا فیصلہ برق رفتاری سے ہوتا ہے۔ اور عام طور پر اس میں وقت و کام نہیں ہوتا ہے البتہ کبھی کبھی جرم کے ثبوت کے ثابت ہونے کے لئے اور ضمیمہ کی آنکھوں کے سامنے سے غفلت کے پردے ہٹانے کے لئے کچھ وقت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ثبوت فراہم ہوتے ہی اس عدالت کا حکم فوری اور

واضح ہوتا ہے۔

۳۔ اس عدالت کا حکم آخری ہوتا ہے۔ اور اس میں دوسری عدالت اپیل اور سپریم کورٹ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۴۔ یہ عدالت صرف سزا ہی نہیں دیتی بلکہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنے والوں کو جزا بھی دیتی ہے۔ اس بنا پر یہ عدالت ایسی ہے جس میں اچھے اور برے لوگوں کا فیصلہ ہوتا ہے اور وہ اپنے اعمال کے تناسب سے جزا اور سزا پاتے ہیں۔

۵۔ اس عدالت کی سزائیں عام عدالتوں کی سزائوں سے بالکل مشابہ نہیں ہوتیں۔ بنیاد نہ تو اس میں قید کی سزا ہوتی ہے نہ کوڑے پڑتے ہیں نہ پھانسی کا تختہ ہوتا ہے اور نہ آگ میں جلایا جاتا ہے لیکن کبھی کبھی اس عدالت کی سزا اس طرح اندر اندر جلاتی ہے اور ایسے قید خانے میں ڈال دیتی ہے کہ دنیا جتنی مسامحہ معتوں کے ساتھ تنگ ہو جاتی ہے بلکہ کسی خوفناک و شگفتہ قید خانہ کی بو بھٹی سے بھی زیادہ تنگ ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ فیصلہ کی عدالت اس دنیا کی عدالتوں کی طرح نہیں کیونکہ یہ تو قیامت کی عدالت ہے، نہ دیکھ سکتے ہیں۔

اس عدت کی عظمت اس حد تک ہے کہ قرآن میں اس کے نام کی قسم لگاتا ہے اور اس ضمیمہ کی عدالت کو قرآن قیامت کی عدالت کے پہلے پہلو کہتا ہے اور کہتا ہے: **اَفْهَمْ سِرْهَمْ لَفْهَمْ دَوْ اَفْهَمْ** افسر آفرین ہے **اَبْحَسِبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يَخُذَ عَصَاهُ** اے خدا میں غیبار شے **بِسْمِ اللّٰهِ** میں روز قیامت کی قسم اٹاؤں اور یہی قسمت کرنے والے نفس کی قسم کھانا ہوں کہ تم سب دوبارہ مہر و زہر عسے جاؤ گے کیا نہ کہ

خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی مڈیوں کو (جو سیدہ ہونے کے بعد جمع رکریں گے، ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کریں۔ ۱۰

★ ★ ★

ضمیر کی عدالت کے بعض نقائص

البتہ ان تمام خصوصیات کے باوجود یہ ضمیر کی عدالت بھی چونکہ دنیاوی ہے اس لئے بعض نقائص رکھتی ہے اور ہم کو قیامت کی عدالت سے بے نیاز نہیں کرتی اس لئے کہ :

- ۱۔ ضمیر کی عدالت ہر چیز کی شناخت نہیں کر پاتی اور یہ ہر انسان کی عقل و فکر و تشخیص کے تناسب سے ہوتی ہے۔
 - ۲۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی ایک ماہر دھوکے باز انسان اپنے ضمیر کو بھی دھوکے دے سکتا ہے اور ایک طرح سے اپنے ضمیر کے خلاف چل سکتا ہے۔
 - ۳۔ کبھی کبھی بعض گنہگاروں کے ضمیر کی آواز اتنی کمزور ہوتی ہے کہ ان کے کانوں تک نہیں پہنچتی۔
- اور اس طرح سے ایک چوتھی عدالت یعنی قیامت کے دن کی عظیم عدالت کی ضرورت واضح ہو جاتی ہے۔



سوچئے اور جواب دیجئے !

- ۱۔ دراصل انسان کا کتنی عدالتوں میں فیصلہ ہوتا ہے ؟
- ۲۔ پہلی عدالت اور اس کی خصوصیات کیا ہیں ؟
- ۳۔ دوسری عدالت کی کیا خصوصیات ہیں ؟
- ۴۔ تیسری عدالت کن خصوصیات کی حامل ہے ؟
- ۵۔ ضمیر کی عدالت کے امتیازات اور نقائص بیان کیجئے ۔



چوتھا سبق

قیامت سے فطرت کی تجلی گاہیں

● بقاء سے محبت ۔

● تقدیر قوموں سے دوہیں اور شاہد بنیں ۔

● ہاتھی مکار کا ہتھوڑا عربوں سے ہو کر یمن میں ۔

● سہ چپے کا جواب ۔

عام طور پر کہتے ہیں کہ خود شناسی انسان کی فطرت اور سرشت میں داخل ہے۔ اور اگر جسم ایک باخبر اور سبب خبر انسان کے خمیر کے بارے میں سوچیں تو ہمیں اس بات کا پتہ چلے گا کہ اس کا ربط ایک ماوراء الطبیعیات مبداء (آستانہ) سے ہے کہ جس نے علم و تصور بنادی اور خاص مقصد کے تحت اس دنیا کو خلق کیا ہے۔

لیکن یہ توحید اور خدا کی معرفت کے مسئلہ ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ تمام دین کے بنیادی اصول و فروع فطرت میں موجود ہونا چاہئیں۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو "شرعیات" اور خلقت میں ضروری ہم آہنگی نہ ہوگی۔ غور کیجئے !

ہم اگر اپنے دل کو ٹٹولیں اور اپنی روح و جان کی کہانیوں میں غور کریں تو یہ آواز ہمارے خمیر کے کانوں میں سنائی دے گی کہ زندگی کا خاتمہ موت پر نہیں ہونا بلکہ موت عالم بقا میں جانے کا ایک دروازہ ہے !

اس حقیقت تک پہنچنے کے لئے ہمیں مندرجہ ذیل باتوں پر غور کرنا

چاہئے :

۱۔ بقا سے محبت

اگر واقعاً انسان فنا اور نابودی کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ فنا کا عاشق ہو اور اپنی عمر کے خاتمہ کے وقت موت سے لذت محسوس کرے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ موت (یعنی نابودی) کا قیافہ انسان کے لئے کسی دور میں

بھی نہ صرف خوش آئند نہیں ہے بلکہ وہ اپنے تمام وجود کے ساتھ موت سے کترتا ہے۔

غزویل عمر کے پیچھے بھاگنا، جوانی باقی رکھنے کی اکیر دواؤں کا معلوم کرنا، اب حیات کی ترش، یہ سب باتیں اسی حقیقت کا پستہ دیتی ہیں۔

یہ بقا سے عشق و محبت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ ہم بقا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور اگر ہم فنا کے لئے پیدا کئے گئے ہوتے تو بقا سے یہ عشق و محبت کوئی معنی نہیں رکھتی۔

تمام بنیادی محبتیں جو ہم میں ہیں وہ ہمارے وجود کی تکمیل کرتی ہیں۔ بقا کے لئے محبت بھی ہمارے وجود کی تکمیل کرنے والی ہے۔

یہ مت بھولنے کہ ہم قیامت کے موضوع پر خداوند حکیم و داناکے وجود کو ماننے کے بعد بحث کر رہے ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ اس نے جو بھی ہماری ذات میں پیدا کیا ہے وہ ایک مخصوص وجہ سے ہے اور اسی لئے انسان کی ابتدا سے محبت و الفت کی بھی ایک خاص وجہ زونا پائے در یہ سبب اس دنیا کے بعد ایک دوسری دنیا کے وجود کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

۲۔ قدیم قوموں کے درمیان روزِ حشر کا عقیدہ

جس طریقہ سے انسانی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ پرانی قوموں کے درمیان بہت پرانے زمانے سے ہی کلی طور پر مذہب کا وجود تھا اسی طرح سے یہ بات بھی واضح رہے کہ جدید ترین دور سے انسان کا "موت کے بعد کی زندگی" پر عقیدہ تھا۔

جب دانشور یہ کہتے ہیں، صحیح تحقیقات سے پتہ چتا ہے کہ ابتدائی زمانے کے انسانی قبیلے، ایک قسم کے مذہب کو مانتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے مردوں کو ایک منسوس طریقہ سے دفن کرتے تھے، اور ان کے کلمہ کرنے کے، وزاروں کو ان کے بازو میں رکھ دیتے تھے۔ اور اس طریقہ سے وہ دوسری دنیا کے وجود پر اپنے عقیدہ کے بارے میں ثبوت بہم پہنچاتے تھے۔ (۱)

مگر بخوبی اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ قومیں موت کے بعد کی زندگی کو راتقی نہیں خواہ اس عقیدہ کی راہ میں ان کی رفتار غلط ہی کیوں نہ رہی ہو۔ اور یہ قومیں یہ نصیحت رتی تھیں کہ وہ زندگی بھی بالکل اسی دنیاوی زندگی کی طرح سمجھو اور اس کیسے جی بادی، وزرا، و آفات ضروری ہیں۔

۳۔ باطنی محکمہ یا ضمیر کا وجود قیامت کے فطری ہونے کی دوسری دلیل ہے۔

جیسے کہ ہم چہے بھی بیان رہچکے ہیں، سب بخوبی اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ جہاں باطنی عدالت مارے امان کی نگرانی کرتی ہے۔ یہ عدالت نیکیوں کے لئے اس طرح جزا دیتی ہے کہ ہم باطنی طور پر یہ نیکیاں حسوں کا احساس کرتے ہیں اور جہاں روئے ایک ہی صورت و روشنی سے مزین نہ ہو جاتی ہے کہ جس کو مذہب کا باطنی محکمہ ہے اور نہ اندر میں اس کی تعریف کر سکتا ہے۔

و بتقاضی عدالت برے ہموں کے لئے ص طور پر سنا ہاں کبیرہ کے لئے اس طرح سزا دی جی سے کہ انسان کی زندگی بے زور رہ جاتی ہے۔

الغیرہ دیکھا گیا ہے۔ لوگوں سے ایک بڑے ظالم مثلاً قاتل کا ارتکاب کیا اور عدالت کے جینل سے پتہ لگے ہے ذرا کرنے کے بعد رضا کارانہ طور پر آئے اور خود کو عدالت کے سپرد کر کے پشیمانی کے تختے کے لئے پیش کر دیا۔ اور اس اقدام کی وجہ افسوس نے اپنے ضمیر کے شکنجے سے رہائی حاصل کرنا بتائی۔ انسان اسی بالائی عدالت کا مشاہدہ کر کے خود سے سوال کرتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں تو ایک چھوٹی سی مومن ہوتے ہوئے بھی ایک ایسی عدالت کا حامل ہوں لیکن ایک بڑی دنیا اور صحت افزائش کے لئے اس کے تناسب کوئی عدالت نہ ہو!

اور اس طرح سے انسان تین عقائد سے قیامت اور موت کے بعد کی زندگی پر اعتقاد کے اندر ہونے کی تائید کر سکتا ہے:

- بقا سے بہت سزا ہے۔
- طویل اساتیر میں ہر انسان کے اعمال کے وجود کے ذریعہ
- اور انسان میں موجود مانی سے ذرا بے چھوٹی سی مثال کے ذریعہ

سوچئے اور جواب دیجئے !

- ۱۔ فطری اور غیر فطری امور میں فرق کیونکر معلوم کیا جاسکتا ہے ؟
- ۲۔ انسان کی بقا سے محبت کی کیا وجہ ہے اور اس کی بقا سے یہ محبت قیامت کے فطری ہونے کی دلیل کیونکر ہے ؟
- ۳۔ کیا پہلے کی قومیں بھی قیامت پر ایمان رکھتی تھیں ؟ ثبوت پیش کیجئے۔
- ۴۔ مضبوط ضمیر کیونکر ہماری تشوہق یا ملامت کرتا ہے ؟ مثالوں سے اس کی تشریح کیجئے۔
- ۵۔ ضمیر کی عدالت اور قیامت کی عظیم عدالت میں آپس میں کیا رابطہ ہے ؟

Subhan Allāh



پانچواں سبق

قیامت

اور

انصاف کا ترازو

● تمام آسمان وزین انصاف کی بنیادوں پر

قائم ہیں۔

● اختیار اور ارادہ کی آزادی۔

● سوچئے اور جواب دیجئے۔

تمام آسمان وزمین انصاف کی بنیادوں پر قائم ہیں

معمولی سے غور و فکر کے بعد ہی ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا کے نظام اور آفرینش کے قوانین میں سب جگہ ایک خاص قانون کا دور دورہ ہے اور ہر چیز اپنی جگہ مناسب طور پر قائم ہے۔

انسان کے بدن میں بھی یہ عادلانہ نظام اس قدر دلچسپ طریقہ سے قائم ہے کہ اس میں ایک معمولی سی ناموزوں تبدیلی ہی انسان کی بیماری یا موت کا سبب بن جاتی ہے۔

مثال کے طور پر آنکھ، دل اور دماغ کی طرز ساخت میں ہر چیز ٹھیک اپنی جگہ پر اور ضروری حد تک ہے۔ یہ انصاف و نظم محض انسانی جسم کی طرز ساخت میں ہی نہیں بلکہ تمام کائنات میں موجود ہے جس کی بنا پر کہا گیا ہے :

بِالْعَدْلِ قَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ (تمام آسمان وزمین انصاف کی بنیادوں پر قائم ہیں)۔

اس کائنات کا ایک ”ایٹم“ (ذرہ) اس قدر چھوٹا ہے کہ ان کی کروڑوں کی تعداد ایک سوئی کی نوک پر آ جاتی ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ کروڑوں سال تک رہنے والے ان کے وجود کے لئے ان کی طرز ساخت کس قدر صحیح اور منظم ہونی چاہئے !

یہ اسی عدالت اور انتہائی صحیح نظام کی بناء پر الیکٹرون (ELECTRONS) اور پروٹرون (PROTONS) کا (ایٹم میں) بالکل صحیح نظام ہے۔ اور کوئی بھی چھوٹی بڑی چیز ایسے بے نظیر نظام کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔

کیا واقعتاً انسان کی خلقت استثنائی تخلیق ہو سکتی ہے؟ کیا وہ اس عظیم کائنات میں ایک بے جوڑ پیوند ہے کہ وہ آزاد ہے اور جو چاہے ”نظمی“ نظم اور نا انصافی کرتا پھرے؟ یا اس مقام پر کوئی پوشیدہ حقیقت ہے؟

اختیار اور ارادہ کی آزادی

حقیقت یہ ہے کہ انسان تمام موجودات عالم پر ایک بنیادی فوقیت رکھتا ہے اور وہ اس کے ”ارادے اور اختیار کی آزادی“ ہے۔ خدا نے اس کو آزادیوں پیدا کیا ہے؟ اور کیوں اس کو قوت فیصلہ عطا کی ہے کہ وہ جو کام چاہے انجام دے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر انسان کو آزاد پیدا کیا گیا ہوتا تو وہ ترقی کی منزلیں طے نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس کا یہی عظیم امتیاز اس کی روحانی اور اخلاقی تکمیل کا ضامن ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کو تلوار کی نوک پر زبردستی محزوروں کی مدد کرنے پر اور معاشرہ کے مفید کامیوں کے لئے مجبور کیا جائے تو یہ اچھے کام انجام تو پائیں گے لیکن ان کاموں سے اس شخص کا جس نے یہ کام انجام دئے کوئی بھی اخلاقی اور روحانی ارتقاء نہیں ہوگا۔ برخلاف اس کے اگر کوئی شخص خود اپنی خواہش اور ارادے سے ان کاموں کا ایک فیصد حصہ بھی انجام دے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اسی مناسبت سے اس نے اپنے روحانی اور اخلاقی کردار کی تکمیل کی راہ میں قدم بڑھایا ہے۔

اس بناء پر انسان کی روحانی اور اخلاقی تکمیل کے لئے پہلی شرط اس کے ارادے اور اختیار کی آزادی ہے تاکہ وہ خود اپنے پیروں سے اس راستہ پر

گوارن ہونے کر کسی مجبوری کے بنا پر۔ ورنہ انسان کو جو عظیم نعمت بخشی ہے تو یہ صرف اسی ارتقا، معنوی و اخلاقی، علیٰ مقصد انسان کے لیے ہے۔

لیکن عظیم نعمت کھیلوں کی نعمت کی مانند ہے کہ اس سے بڑی کائنات بھی آگے ہیں اور یہ انسانوں کی ارادہ اور اختیار کی آزادی سے غلط فہم اٹھاتا ہے۔ اور اس کا ظلم و فساد و گناہ سے آلودہ ہونا ہے۔

ابتداء سے یہ سب کچھ مشکل نہ تھا کہ جیسے ہی انسان ظلم و ستم کے نزدیک اپنے ہاتھ داتا فوراً اس کو یکایک آفت میں مبتلا کر دیتا کہ پھر ایسے کام کا خیال ہی اس کے دماغ میں نہ رہتا۔ یہ سب کچھ پیش ہو جاتا، اسکی آنکھ کی روشنی جاتی رہتی اور یہ اسکی زبان تک نہ جاتی۔

یہ صحیح ہے کہ اس حالت میں کوئی شخص بھی اس سے غلط فہم نہ اٹھتا اور گناہ کی تلاش میں نہ جاتا لیکن اس کا یہ تقویٰ و پرہیز گاری، حقیقت میں محض مجبوراً ہوتی اور کسی حیثیت سے بھی انسان کے لئے قابل اتنی زیادتی نہ کہ دراصل یہ پرہیز گاری صرف فوری طور پر بغیر کسی وقفہ کے شدید زلزلے سے بچنے جانے کے ذریعہ ہوتی۔

یہذا انسان کو چاہئے کہ وہ حال میں مختار اور آزاد ہو۔ اور اللہ کے طرف سے امتحانات کے لئے تیار رہے۔ اور علاوہ بعض استثنائی مواقع کے تمام فوری سزاؤں سے محفوظ رہے تاکہ اپنے ہمیشہ قیمت وجود کا ثبوت دے سکے۔

لیکن اس مقام پر ایک بات رہ جاتی ہے۔ وہ وہ یہ ہے کہ اگر حالات یہی رہیں اور ہر شخص ایک راہ اختیار کرے تو پروردگار کی عدالت کا

قانون، جو تمام کائنات پر نافذ ہے ناقص رہ جائے گا۔

اسی موقع کے لئے ہم یقین کرتے ہیں کہ انسان کے لئے ایک عدالت معین کی گئی ہے جس میں سب جی بغیر کسی استثناء کے حاضر ہوں گے اور اپنے اعمال کی جزا و سزا پائیں گے۔ اور اس کائنات کی عام عدالت سے وہ اپنے انصاف کا حصہ حاصل کریں گے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ نمرودوں، فرعونوں، چنگیزوں اور قارونوں کا ظلم و ستم ایک زمانہ تک جاری رہے اور ان کے اعمال کا کوئی حساب و کتاب نہ ہو؟
کیا یہ ممکن ہے کہ مجرمین اور پرہیزگار افراد پر دردگار عالم کی میزان عدالت میں یکساں ہوں؟۔

اور جیسا کہ قرآن میں کہہ گیا ہے: اَخْتَجِلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ
مَسْأَلُكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ؕ (تو کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمان کے برابر کر دیں گے؟ (ہرگز نہیں) تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تو کیا حکم لگاتے ہو؟)

(سورہ قلم، آیات ۲۵، ۲۶)

در ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: اَمْ تَحْجِلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ
کیا ہم پرہیزگاروں کو مثل بدکاروں کے بنادیں؟

(سورہ ص، آیت ۲۸)

یہ صحیح ہے کہ بدکاروں کے ایک گروہ کو اسی دنیا ہی میں اپنے اعمال کا بدلہ مل جاتا ہے یا اس کا کچھ حصہ اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔

اور یہ صحیح ہے کہ ضمیر کی عدالت بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔

اور یہ بھی درست ہے کہ گناہ و ظلم و ستم کے ردِ عمل اور نا انصافیوں کے خراب نتیجے کبھی کبھی انسان کے دامن کو خود ہی پکڑ لیتے ہیں۔

لیکن ہم اگر صحیح طریقے سے غور کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان تینوں باتوں میں سے کوئی بھی کمسن اور غموں میں سے جو اندام و رنگار کو ٹھیک ٹھیک اس کے نظام و گناہ کی مناسبت سے بنادے سکے اور کتنا ہی اشخاص ایسے ہیں جو اعمال کی سزا کے چنگل سے ضمیمہ کی سزاؤں سے اور اپنے قرب سماں کی تصویروں سے فرار کر جاتے ہیں یہی سزا تک سزا نہیں پاتے۔
 بس ضرورتی ہے کہ ایسے افراد کے لئے در سب سے پہلے ایک محکمہ اور عدالت ہو جس میں سوئی کی نوک کے برابر بھی جتنی برائی ہو محاسبہ ہو سکے ورنہ یہ صحیح ”انصاف کی حقانیت نہ ہو سکے گی۔“
 اس بنا پر ”پروردگار عالم کے وجود“ اور ”اس کی عدالت“ کو اور ”قیامت کے وجود“ کو ماننا یکساں ہے۔ اور یہ دونوں سب سے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔



سوچتے اور جواب دیتے:

- ۱۔ تمام ممالک اور ممالک کی طاقت عدل قائم ہے ؟
- ۲۔ انسان کو رومہ اور خنیاہی آزادی کی قیمت کیوں دینی ہے ؟
- ۳۔ اگر کسی دنیا میں چاروں فرد کو اپنے ممالکی فوزی اور شدید مسائل جلیا کرتی ہو جائے تو ؟
- ۴۔ ممالکی سوشلسم کی عدالت اور بے ممالکی تصویریں کیوں ہیں
- قیمت کی عدالت — بے یار و شہسکت ہیں ؟
- ۵۔ عدالت پروردگار اور انہماک کی یار بند ہے ۔

✽ ✽ ✽ ✽ ✽



مقدمہ

پہلے ہم نے قیامت کی آواز سنی ہے

پہلے ہم نے
قیامت کی آواز سنی ہے

یہ سن دچرپ بات یہ ہے کہ قرآن نے اپنے مخاطب خیالات کے خلاف بہت سے استدلال پیش کئے ہیں جن سے عام انسان اور بڑے بڑے مفکرین سب ہی اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق مستفید ہو سکتے ہیں۔

اگرچہ اس مسئلہ پر قرآن کی کبھی دہیلیوں کی تشریح کے لئے ایک مستقل کتاب کی تالیف کی ضرورت ہے مگر اس کے صرف بعض گوشوں پر ہی اکتفا کی جاتی ہے :

قرآن اور موت کے بعد زندہ ہونا

(۱) کبھی قرآن ان مخاطب مانت رکھتا ہے کہ ”تم برابر اپنی آنکھوں سے روزمرہ کی زندگی میں آسمان کے میدانوں کو دیکھتے ہو اور اس طرح موجودات عالم منت خوب نے ان دور چہرہ دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں پھر جی تم قیامت کے مسئلہ میں شک کرتے ہو اور اس کی تردید کرتے ہو ؟“

وَاللّٰهُ اَلْبَاقِیُّ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ بِالْبَيِّنٰتِ

فَاُخْبِنْتَ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ————— اَلَمْ نُنزِلْکُمْ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا

ہی وہ قادیانوں نے جو دوں دیکھنا ہے تو آدھیں ہادیوں کو اڑائے اڑائے چہرے میں چہرے ہادیوں کو وہ رفتادہ شہر کی طرہ سے ملنا دیتے ہیں پھر ہم اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد شاداب زمین سے پھونکے ہیں دوں وقتیں میں ہادیوں کو ”

موت ہم سب پر بار پڑی۔ سو ہم میں اگر ہم چہرہ فطرت پر دالتے ہیں تو ہر نگاہ موت عاری ہوتی ہے۔ تاہم درخت نمل طور پر پتوں پھولوں درختوں سے خالی ہوتے ہیں۔ اور درختوں کی شاخیں بغیر سیسے و حرکت کے ہی پر برقی رات میں نہ پھول سکرانے لے۔ وہاں چٹکتی ہیں اور نہ ہی کوہ و سیما میں کوئی جنبش حیات نظر آتی ہے۔

[illegible]

اگر موت کے بعد زندہ کی قسم نہ تو تو جہنمی پنکھوں کے سامنے ہر سال یہ منظر دیکھ کر تے۔ اگر موت کے بعد ایک سال اور ایک جنوں آمیز بات بولی تو یہ قابل درک نہیں رہتی۔ ان کے سامنے یہ بات نہ ہو سکتی۔ زندہ ہونے اور ایک جتنی ہی انسان کے سامنے نہ ہو سکتی۔ دو پروردگار نے میں فرق ہی کیا ہے ؟

★ ★ ★

۲۔ اگرچہ اس وقت کے ہندوؤں کے ہاتھ پکڑتا ہے ان کو
کشتیوں میں باندھ کر تھوڑے تھوڑے کے ہندوؤں کی باد
دائیں اور بائیں جانب پھیل رہا ہے تو یہ کشتیوں کے ہونے
بجائے کشتیوں کی بجائے کشتیوں کی بجائے کشتیوں کی بجائے

حرارت کو اس سے خارج کر دے، مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے، ایک مشکل کام ہے۔ (۱)

بہ حال ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کیسے دلائل اور واضح بیانات انگوٹوں کو، ہوتی، زمین کے سلسلے میں شے کرتے ہیں یا اس کی تردید کرتے ہیں یہاں تک کہ ان میں بعض تو اس مسئلہ پر گفتگو کو پاگل پن سمجھتے ہیں، منہ توڑ جواب دیتا ہے، اور مسئلہ قیامت کو واضح طور پر ثابت کرتا ہے، ہم نے تو یہاں اس بیان کے بعض گوشوں کا ہی ذکر کیا ہے۔

— — —

(۱) قوجہ فرمائیے ٹیگمانس کے اعتبار سے تمام سے دہکتی ہوئی روشنی سے کاربونا عیس

CARBON GHS میں سے کاربنیہ کر میں اور کاربن (CARBON) کو تو

خود اپنے رکھنے میں درآ سبب OXYGEN کو علمیہ درآنا ذکر دیتے ہیں۔

اور سورج کی وقت (۱) THE تھی ہاں سے رہتے ہیں۔ جمع کر لیتے ہیں۔

سوچتے اور جواب دے سکتے!

- ۱۔ مشرکین قیامت کے مسئلہ پر قیوب جواب دے سکتے تھے۔
- ۲۔ کیونکر ہمیں ساں جہنم کف انمولی رسد و مہربانی کی سزا پہنچا دے گا؟
- ۳۔ قرآن میں نے یہ بتا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زندگی و قیامت کے لئے ایک ہی راستہ ہے، قیامت کا جواب دے گا۔
- ۴۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قیامت کے لئے ایک ہی راستہ ہے، قیامت کا جواب دے گا۔
- ۵۔ قیامت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی راستہ بتا دیا ہے، قیامت کا جواب دے گا۔



سأتوال سبق

قیامت اور تخلیق کا فلسفہ

- ہم نے جن کیوں خلق کیا ؟
- کیا وہ دنیاوی زندگی ہی ختمیت کا مقصد بن سکتی ہے ؟
- سوچئے اور جواب دیجئے ۔

خدا نے ہمیں کیوں خلق کیا ؟

کوئی ٹوک نہ کرے کہ میں نے خدا کو جس طرح میں چاہوں میں دیکھ رہا ہوں۔
 اور بھی وہ اس سے بڑی بیکار نہ ہو سکتا تھا کہ میں نے اس کو جس طرح
 عظیم دنیا کی تخلیق کا نوہا دیکھ رہا تھا ؟
 باغبان ایک اور کسوٹی پر کھڑے ہو کر دیکھ رہا تھا کہ یہ مریخ و زہرا
 کو ختم ہونے والے ہیں اور وہ جہاں رہا کرتے تھے وہاں اب کوئی باغبان
 انہم کو پیو نہیں دے گا ۔
 کیا اس سے ان کو کوئی فرق پڑتا تھا کہ ان کو پورے کائنات سے
 اس صورت میں کہ ان کو پورے کائنات سے ان کے لئے کھانا
 پہنچا کر دیا جائے گا اور ان کو پورے کائنات سے ان کے لئے کھانا
 نہیں ملے گا ۔
 اس سے ان کو کوئی فرق پڑتا تھا کہ ان کو پورے کائنات سے
 واضح جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ :
 ہم نے ان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو ہماری نعمتوں سے
 بہرہ مند کر سکیں اور ان کو ہماری رحمت سے واقف کر سکیں
 کرنے کے لئے کرتے ہیں ۔
 ہم نے ان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو ہماری رحمت سے واقف کر سکیں

ہم سب معاش کرتے ہیں تاکہ ہماری مالی کمی دور ہو جائے۔
 مہر حفظانِ صحت اور دوا دہرہ ہیز اس لئے کرتے ہیں تاکہ ہماری تندرستی
 محفوظ رہے۔

خدا جو ہر اعتبار سے لامحدود ہے۔ بے نیاز ہے۔ اگر وہ کوئی کام انجام
 دے۔ تو اس کے کام کا مقصد اس کی ذات سے الگ تلاش کرے۔ وہ اس لئے
 تخلیق نہیں کرتا کہ اس سے کوئی فائدہ اٹھائے بلکہ اس کا مقصد تخلیق سے یہ ہے
 کہ وہ اپنے بندوں پر اپنا کرم اور اپنی رحمت نازل کرے۔
 وہ ایک بے انتہا چمکتے ہوئے آفتاب کی مانند ہے جس کی اپنی کوئی حیات
 نہ ہو۔ بلکہ وہ تو اس لئے نور افشانی کرتا ہے تاکہ سب اس کے وجود کے نور سے
 بہرہ مند ہو جائیں۔ یہ اس کی لامحدود اور پُر بکرت ذات کے لئے ضروری اور
 مناسب ہے کہ وہ اپنی مخلوقات کا بابتہ پیکر کرے تکمیل کی راہ پر آگے بڑھاتا
 ہے۔

عدم سے ہمارے معروض وجود میں آنا اور ہماری تخلیق ہونا ہی بذاتِ خود
 تکمیل کی راہ میں ایک اہم قدم تھا۔ اور پھر خدا کی طرف سے پیغمبروں کا بھیجنا،
 آسمانی کتابوں کا نازل کرنا اور قوانین اور منسلکوں کا معین کرنا یہ سب ہماری تکمیل
 کی منزل تک پہنچانے کے لئے مختلف ذریعے ہیں۔

یہ دنیا ایک عظیم یونیورسٹی ہے اور ہم اس یونیورسٹی کے طالب علم ہیں۔^(۱)
 یہ دنیا کاشت کے لئے تیار ایک جگہ ہے اور ہم اس کے کاشتکار ہیں۔^(۲)
 اور یہ دنیا منافع سے بھرپور ایک تجارت کا بازار ہے اور ہم اس بازار کے تاجر ہیں۔^(۳)

۱۔ مع عدم میں علی کے محققہ ہوں۔ ۲۔ مشہور حدیث الدیہ مزرعتہ لآخرۃ کا
 معنی ہے۔

یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم انسان کی تخلیق سے پہلے ہی مقصد کے لئے انسان
 دریا کا ایک دیب ہم اپنے روبرو نمودار ہونے سے پہلے ہی اس کا مقصد
 مشاہدہ کرتے ہیں تو برعکس دیکھتے ہیں کہ انسان کا ایک مقصد ہے۔

ہمارے بدن کے قریب واپس آئے اور ہم نے ان کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا۔
 یہاں تک کہ جب ان کے پاس سے گزریں تو ان کے پاس سے گزریں
 اندر دلی ہوئی آواز آئی کہ: "آج کل کے دنوں میں"

یہ کیوں کہ گن جہاں ہمارے دل کے ہر گوشے میں
ہو لیکن جہاں سے ہمارے دل کے ہر گوشے میں

بچہ خود سے پانچ سو روپے کی رقم جمع کر کے ایک مٹھی میں پاتوں کی طرح رکھ کر سڑک پر لے گیا۔ ایک شخص نے مٹھی دیکھی تو پتہ چلا کہ یہ ایک بچہ ہے۔ اس نے اسے روک لیا۔ بچہ نے کہا کہ یہ مٹھی میں پانچ سو روپے کی رقم ہے۔ اس نے کہا کہ یہ رقم تو بڑی ہے۔ بچہ نے کہا کہ یہ رقم تو بڑی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے لیے دنیا کی ہر بات میں اس کی نیکی کے اصل مقصد کو دیکھ کر ہی اس کا فیصلہ کرنا چاہیے۔ اگرچہ دنیا کی ہر بات کی وجہ سے جتنی نیکی بھی ہو سکتی ہے، لیکن اگر اس کی وجہ سے انسان کی نیکی کم ہو جائے، تو اس سے بچنا چاہیے۔

★ ★ ★

آیا یہ دنیاوی زندگی ہماری عظمت کا مقصد بن سکتی ہے؟

اب جب کہ یہ سب سے پہلے کی بات ہے

یہ دنیا ہماری زندگی کا ایک لمحہ ہے اور ہماری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کی رضا و رغبت حاصل کر سکیں اور اس کے لئے ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔

اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔ اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔ اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔

اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔ اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔ اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔

اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔ اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔ اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔

اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔ اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔ اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔

★ ★ ★

اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔ اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔ اس دنیا میں ہمیں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا و رغبت کے لئے وقف کرنا پڑے گا۔

میں سے عین سوکھی کھجی کھجی کسی نے خود کشی کر لی۔ اس سے وہ اس دنیا کی موتی، ایک بنطار کی اور بے مقصد زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں۔

۵۔ چیز جو مادی زندگی کو ایک مقصد بخشتی ہے اور اسے مناسب اور پر شکات بناتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ زندگی دوسری دنیا کے لئے ایک مقصد بن جائے۔ اور اس زندگی کی ساری مشکلات اور اس کی تمام مصائب ایک بہادری زندگی کو حاصل کرنے کیلئے ہوں۔

۶۔ تم نے لئے ہم نے چلے ایک مثال دینی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ پیر جو نہ صرف دنیا سے کافی عقل و فہم رکھتا ہو اور اس سے کہا جاتا ہے: یہی اس زندگی ہے۔ یہ جو بہادری ہے اور یہاں تک کچھ بھی نہیں ہے تو یقینی طور پر وہ اپنی اس زندگی پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ کوئی مقصد ہے کہ میں اس میں مقصد رکھوں تو میں اس میں مقصد رکھوں۔ یہ وہ ہے جو ایک کوئی نہ میں پڑ رہوں اور اس کے بعد بھی یہ ہے۔

میری اس تحقیق سے پتہ چلے گا کہ یہ دنیا کی زندگی ہے۔ لیکن اگر اس پر کوئی الزام دلا میں کہ تم نے دنیا کی زندگی سے گزر جانے والی زندگی دنیا کی ایک طویل زندگی کے لئے مقصد ہے۔ اور وہ دنیا تمہاری شکمہ دار کی فضا سے زیادہ وسیع اور روشن اور پر عظمت ہے اور اس کی پائنت اس دنیا میں زیادہ مختلف اقدار کی نعمتیں ہیں تو اس مقام پر وہ پچھلے جو بے گار اور سمجھ کے گار اس کی شکمہ دار کی زندگی کا ایک قابل قدر مقصد ہے اور اس وجہ سے اس زندگی کی نعمتوں کو برداشت کرنا چاہیئے۔

قرآن مجید رشد و فہم دہاں ہے۔ وہف سے منہ نہ لڑاؤ

خُسُوفَاتٍ لَّیْسَ بِشَیْءٍ عِندَ رَبِّیْ ۚ اور تم نے پہلی پیدائش تو سمجھ لی ہے پھر تو
 ٹھوکر یوں نہیں مارتے اس دنیا کے بعد ایک دوسری دنیا کا بھی وجود ہے۔
 (سورہ قحط، آیت ۶۲)

اسی طرح دوسری دنیا اپنے سارے وجود کے ساتھ از دیتی ہے اس
 کے بعد ایک دوسری دنیا ہے اور یہ دنیا غروبِ کیمار کے بعد مقرر ہو جائیگی۔
 اِنَّا لَنَقُولُ لِقَوْمِیْ رَبِّیْ اِنَّہُمْ لَیْسَ بِشَیْءٍ عِندَ رَبِّیْ ۚ اِنَّہُمْ لَیْسَ بِشَیْءٍ عِندَ رَبِّیْ
 اَنَّمَا خَلَفْنٰکُمْ عِبَادًا وَّ اَنْتُمْ کُمْ ۚ اَلِیْنَالَا تُرْجَعُوْنَ ۚ اس دنیا پر یہ خیال کرتے
 ہو کر ہم نے تم کو ایوانی پیدا کیا اور یہ کہ تم بہار کے شجر میں لوٹ کر نہ لائے
 جاؤ گے؟

(سورہ مومن، آیت ۱۱۵)

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ”قیامت“ جس کی تعبیر قرآن میں
 ”خدا کی طرف واپس کر دیا جائے“ کی ہے ضروری نہ ہو تو انسان کی خلقت
 ہی بیکار ہے۔

مختصر یہ کہ تخلیق کا فلسفہ بتاتا ہے کہ اس دنیا کے بعد ایک دوسری
 دنیا کا وجود ضروری ہے۔



سوچئے اور حیرت پر رہ گئے

- ۱۔ خدا کے صفات سے ہم کو کتنی بات سیکھنی چاہئے۔
جاسکتا ہے
- ۲۔ ہماری تئیں کاکلیہ نفسہ ہوتا ہے
- ۳۔ اگر ان کے اس دنیاوی رہنمائی کو ہم نے سیدھا سیدھا نہ سمجھا تو
- ۴۔ ہم کو کتنی بات سیکھنی چاہئے۔
کن باتوں کا سبق دیتا ہے ؟
- ۵۔ قرآن مجید سے ہم کو کتنی بات سیکھنی چاہئے۔
استدلال کرتا ہے ؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

رُوح کی ہٹا

قیامت کے لئے ایک علامت ہے

• روح مادی اور حیوانی نہیں۔

• ایک بڑی دنیا و حیوانی دنیا میں ایک روح ہوتا ہے۔

• روح کی پیروی انسان کے ہر عمل کی علامت ہے۔

• روح کی پیروی انسان کے ہر عمل کی علامت ہے۔

روح مادی اور اپنی مثالہ کی نظر میں

کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ اس کے لئے "روح" کے وجود کے بارے میں کیا شواہد کیے جائیں۔

اسی لئے کہ جب تک کہ شواہد ہی سے اس نے اپنے اور دوسرے مخلوقات کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ اپنے اور دوسرے انسان پہ پاؤں اور ہاتھ کے درمیان ایک اور ایسی چیز ہے اور جو ان کے درمیان فرق دیکھ سکتا ہے۔

اسی لئے نیند کا شواہد ہے۔ اور قیامت کی حالت کو دیکھتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے۔ جب جسم و مادہ میں جس کی قیامت ہو چکی ہے۔ اس ایک بڑا فرق ہے جس کے بارے میں اس نے یہ سمجھا ہے کہ اس کے اختیار میں کب دوسرا گویا ہے۔

اور یہی وہی دیکھتا ہے کہ وہ جس کے شرف ہے۔ اور وہ خود کو اپنے ان امور سے الگ سمجھتا ہے۔ اور وہ اختیار رکھتا ہے۔ یہ انسانی رہت فطری اور خیر راقی ہے۔

خاص طور پر ان کے لئے کہ ان کو جب کہ اس کے لئے ہے۔ جس وقت کہ وہ اپنے کو دیکھتا ہے۔ اس وقت کہ وہ اپنے کو دیکھتا ہے۔ اس وقت کہ وہ اپنے کو دیکھتا ہے۔ اس وقت کہ وہ اپنے کو دیکھتا ہے۔

پیش کرتے ہیں :

اس ایک بڑی دنیا کو چھوٹی ٹن فضا میں نہیں
رکھا جاسکتا۔

فصل کی کتاب میں لکھا ہے کہ زمین کے چاروں طرف ہزاروں چاند ہیں جن کے سوا کسی اور شے سے
بہتر نہیں ہو سکتے۔ ان کے سوا کسی اور شے سے بہتر نہیں ہو سکتے
اور ان کے سوا کسی اور شے سے بہتر نہیں ہو سکتے۔

اس کتاب میں لکھا ہے کہ زمین کے چاروں طرف ہزاروں چاند ہیں جن کے سوا کسی اور شے سے
بہتر نہیں ہو سکتے۔ ان کے سوا کسی اور شے سے بہتر نہیں ہو سکتے
اور ان کے سوا کسی اور شے سے بہتر نہیں ہو سکتے۔

اس کتاب میں لکھا ہے کہ زمین کے چاروں طرف ہزاروں چاند ہیں جن کے سوا کسی اور شے سے
بہتر نہیں ہو سکتے۔ ان کے سوا کسی اور شے سے بہتر نہیں ہو سکتے
اور ان کے سوا کسی اور شے سے بہتر نہیں ہو سکتے۔

یہ کتابیں ہیں جو ہرگز غور سے نہ کی گئیں۔ ان کے مصنفات ہیں
یہ کتابیں ہیں جو ہرگز غور سے نہ کی گئیں۔ ان کے مصنفات ہیں
یہ کتابیں ہیں جو ہرگز غور سے نہ کی گئیں۔ ان کے مصنفات ہیں
یہ کتابیں ہیں جو ہرگز غور سے نہ کی گئیں۔ ان کے مصنفات ہیں
یہ کتابیں ہیں جو ہرگز غور سے نہ کی گئیں۔ ان کے مصنفات ہیں

مسئله

مسئله - باری غذا پر

باہری دنیا ہمارے وجود اور جسم کے اندر آتی ہے؟ مسلم طور پر نہیں، پھر معامد کیا ہے؟

حقی طور پر باہری دنیا کا نقشہ ہمارے سامنے آتا ہے اور ہم روح کی اس بیرونی دنیا سے رابطہ کی خصوصیت کے ذریعہ اپنے جسم کار بند باہری دنیا سے قائم کر لیتے ہیں اور یہ خصوصیت ہمارے بدن کی طبیعیاتی و کیمیائی خصوصیات میں موجود نہیں ہے (غور کیجئے) :

اس کے علاوہ اس بات کو ایک دوسرے طریقہ سے بھی سمجھا جاسکتا ہے :
باہری اور مشاہدہ میں آنے والی مخلوقات کے بارے میں معلومات کے لئے انسان پر ایک طرہ کا احاطہ دوسری ہے۔ یہ احاطہ کرنا دماغ کے خلیوں (CELLS) کا کام نہیں ہے۔ دماغ کے خلیے (CELLS) صرف باہر سے ہی متاثر ہو سکتے ہیں جیسے جسم کے سارے خلیے (CELLS) متاثر ہوتے ہیں۔

یہی فرق اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ جسم کے طبیعیاتی اور کیمیائی تغیرات کے علاوہ ایک دوسری حقیقت بھی ہے۔ وجود میں کار فرما ہے جو ہمارے وجود کا ارتباب باہری دنیا سے برقرار رکھتی ہے۔ درحقیقت روح کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ ایک ایسی حقیقت جو مادی دنیا اور مادی خصوصیات سے ماوراء ہے۔

★ ★ ★

۳۔ رُوح کے اور استقلال پر تجربی دلائل

خوش قسمتی سے دانشوروں نے مختلف سائنٹیفک اور تجربیاتی موم کی مدد سے روح کی اصلیت اور اس کے استقلال کو ثابت کر دیا ہے اور روح

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو
 میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو
 میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

ربی دنیا میں آئے

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

قدم ہے،

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

میں نے اس کے لئے کئی کئی بار سوچا تھا کہ میں اس کو

ملاحظہ فرمائیے۔

سوچئے اور جواب دیجئے !

- ۱۔ مادہ پرست اور مذہبی فانیوں کے درمیان روت سے منہ پیا کیا فرق ہے ؟
- ۲۔ بڑی چیز کے چھوٹی چیز سے تطبیق نہ ہونے کے فائدہ پرستہ اور روح کے ترقی و ترقی کی دنیاوں میں ایک دلیل بتائیے، وہ کیا ہے ؟
- ۳۔ فانیوں کی دنیا پرستہ اور فانیوں کی دنیا پرستہ ؟
- ۴۔ روحوں کے ارتقاء کا کیا مطلب ہے ؟
- ۵۔ سچے خواب روح کے ترقی و ترقی کے لئے کیونکر ثبوت ہیں ؟



[نواں سبق]

جسمانی اور روحانی قیامت

- آیا قیامت برپا ہوئی ہے یا جسمانی اور روحانی۔
- جسمانی قیامت کائنات سے ثبوت رکھتی ہے۔
- عقل، ورقیت و بہرہ رسانی۔
- جسمانی قیامت کے بارے میں جنس سوالات اور انکے جوابات۔

جس نے اپنے آپ کو بڑا بنایا ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی
 ہے۔ جس نے اپنے آپ کو بڑا بنایا ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی

جس نے اپنی عزت ستائی ہے

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔ جس نے اپنی عزت ستائی ہے۔

أَيْنَا فِي خَلْقِ حَبِيدِ ۱

— ۱۰۰ —

اور قرآن مجید ان لوگوں کو جو دیتا ہے کہ میں خدا نے ان کی ہمت میں توفیق
کی وہ ان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اور ان کو جو خدا نے
انھیں سے خدا کے لئے دینا چاہا ہے۔ انھیں ان لوگوں نے
اس بات پر غور نہیں کیا کہ خدا نے انھیں ان لوگوں کو
دوبارہ پیدا کرنے کا یہ توفیق ان کے نزدیک بہت ساری بات ہے۔

(۳) جابر عرب کہتے ہیں: اِعْزَيْتِيْ اَنْتَکَ ذَا مَسَدٍ نَدِمَ
تَزَايَا عِطْمَ اَنْتَکَ فُحْرٍ حَوْنٍ - کہیں نے یہ شخص مجھ سے توبہ کر لیا
کہ جب تم میرے پاس آؤ گے تو میرے پاس کوئی چیز نہیں رہے گی کہ
میرے پاس سے اس کے دل سے توبہ کر لے۔

[illegible]

قرآن کی یہ بھی تعبیر ہو، وصال میں، جس عورت پر اس بات کا پتہ ملے کہ وہ
پیغمبر اسلام نے جو موقع پر جب مافی القبرت سے برائے ہیں بتایا ہے وہ وہ
فقط مشرکین کو تعجب جیسی اسی حوالہ مافی القبرت سے برائے ہیں تھا، چنانچہ ہم وہ جگہ اس
کہ قرآن ہی، مافی القبرت کی مختلف قسم کے حوالے دو بارہ زبردستی
شماں دیکھ کر اس زمانے میں کا ہم بار بار یہ بات کہتے ہیں اور اسی حد قرآن
کی پہلے پس فی تحقیق اور اس کی دو بارہ زبردستی کی قدرت کو ثبوت پر اس را

اس بات پر یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی مسلمان سو درقرآن کے بارے میں

تھوڑی سی بھی معلومات ہوں اور وہ جسمانی قیامت سے انکار کرے۔ قرآن کے مطابق جسمانی قیامت سے انکار اصل میں قیامت سے انکار کے مترادف ہے۔

عقلی ثبوت

اس سے قطع نظر عقل کہتی ہے کہ روح اور جسم دو الگ حقیقتیں بھی نہیں ہیں استقلال کی حالت میں بھی ایک دوسرے سے ارتباط اور لگاؤ رکھتی ہیں۔ دونوں کی ساتھ ساتھ پرورش ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ ان میں ترقی ہوتی ہے۔ اور مسلم طور پر ابدی زندگی کے لئے ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے۔

اگرچہ برزخ (موت کے بعد سے روز قیامت تک کا زمانہ) کے زمانے کے دوران روح جسم سے الگ رہتی ہے لیکن ہمیشہ کے لئے یہ جدائی ممکن نہیں ہے۔ جس طرح جسم بغیر روح کے بیکار ہے اسی طرح روح بھی بغیر جسم کے ناقص ہے۔ روح ایک فرمانروا اور حکمران کی مانند ہے اور جسم فرمانبردار اور آلہ کار کی مانند ہے۔ کوئی حکمرانی فرمانبردار کے بغیر یا کوئی ہنرمند آلہ کار کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

البتہ قیامت میں روح چونکہ اس دنیا کی سطح سے بالاتر جگہ لگتی ہے اسی لئے اسی نسبت سے جسم کو بھی چاہئے کہ ترقی کرے اور روح کی طرح لطیف و پاک ہو جائے۔ یعنی قیامت میں انسان کا جسم اس دنیا کے عیبوں۔ خامیوں اور نقائص سے مبرا ہو۔

بہر حال جسم اور روح ایک دوسرے کے ساتھی اور ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ قیامت صرف روحانی

یا جسمانی پہلو رکھے۔

دوسرے معنوں میں جسم اور روح کی تخلیق کے مطابق اور انکا آپس میں ارتباط اور ایک دوسرے سے ہم آہنگی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قیامت جسمانی اور روحانی دونوں پہلوؤں سے رونما ہو۔

دوسری طرف انصاف پر مبنی قانون بھی یہ کہتا ہے کہ: قیامت کو دونوں پہلوؤں سے ہونا چاہیے کیوں اگر انسان نے گناہ کیا تو گویا اس کی روح و جسم دونوں نے وہ گناہ کیا ہے۔ یا اگر اس نے نیک کام کیا ہے تو وہ بھی اس کی روح اور جسم نے مل کر کیا ہے۔ اس بناء پر سزا و جزا کے لئے بھی یہی روح اور جسم مستحق ہوں گے اور اگر صرف جسم یا صرف روح کی بازگشت ہو تو پھر انصاف پر مبنی قانون نافذ نہیں ہوا۔

جسمانی قیامت کے بارے میں سوالات

اس موضوع پر دانشوروں نے بہت سے سوالات کئے ہیں جن میں سے بعض پر اس بحث کی تکمیل کے لئے غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ علم طبیعیات کے ماہرین کی تحقیقات کے مطابق انسان کا جسم اپنی عمر کے دوران کئی بار بدلتا ہے۔ یہ عمل بالکل تیراکی کے حوض (SWIMMING POOL) میں رہنے والے پانی کی طرح ہوتا ہے کہ یہ پانی حوض میں ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف سے آہستہ آہستہ نکلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کچھ وقت کے بعد اس حوض کا تمام پانی بدل جاتا ہے۔

یہ عمل انسان کے بدن میں تقریباً ہر سال کے بعد ایک بار انجام پاتا ہے۔ اس بناء پر ہم اپنی عمر کے دوران کئی بار بدل جاتے ہیں۔

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ ان جسموں کی کون سی شکل قیامت میں دوبارہ زندہ کی جائے گی۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے جسم کی آخری شکل قیامت میں پٹائی جانیگی جیسا کہ ہم نے یہاں پر بیان کی گئی قرآن کی آیتوں میں پڑھا ہے کہ خداوند عالم نے انسان کو ان ہی بوسیدہ اور خاک شدہ ہڈیوں سے دوبارہ تخلیق کرے گا۔ اور اس بیان کا مفہوم یہی ہے کہ ہمارے بدن کی آخری شکل کی ہی بازگشت روزِ قیامت ہوگی۔

البتہ اس مقام پر ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ ہمارے بدن کی آخری شکل ’عمر بھر کی تمام شکلوں کے آثار اور ان کی خصوصیات‘ اپنے میں محفوظ کر لیتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہمارے جسم جو تدریج ختم ہونے لگتے ہیں وہ تمام آثار اور خصوصیات آئندہ شکل لینے والے بدن کو منتقل کر دیتے ہیں اور اسی بناء پر جسم کی آخری شکل جسم کی مختلف شکلوں کی صفات کی وارث ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اس آخری جسم پر انصاف کے قانون کے رو سے قیامت میں ثواب و عذاب کیا جاسکتا ہے۔



بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی ہو جاتے ہیں اور ہمارے ذرات گھاس اور پھولوں کا جزو بن جاتے ہیں اور نتیجتاً کسی دوسرے انسان کے بدن کا حصہ بن جاتے ہیں۔ تو پھر قیامت کے دن کیا ہوگا (یعنی وہی چیز ہے جسے فلسفہ اور کلام میں ”شبحہ اکل و ماکول“ کہا جاتا ہے) اگرچہ اس سوال کا جواب تفصیل طلب ہے لیکن ہم اس بات کی کوشش

کریں گے کہ اس مختصر بیان میں یہاں پر ضروری حد تک وضاحت کریں
 اس سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ مستم طور پر ایک انسان کے بدن
 کے جو ذرے مٹی کی شکل میں بدل گئے ہیں اور دوسرے انسان کے بدن کے
 حصوں کا جز بن چکے ہیں تو وہ ذرے اپنے پہلے جسم کی طرف لوٹ آئیں گے۔
 (قرآن کی جو آیتیں پہلے بیان کی گئی ہیں وہ بھی اس مفہوم کی وضاحت کرتی ہیں)
 یہاں پر صرف مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اس صورت میں دوسرے انسان
 کا بدن ناقص ہو جائے گا۔ لیکن ہمیں چاہئے یہ کہیں کہ دوسرے انسان کا
 بدن ناقص نہیں ہوگا بلکہ چھوٹا ہو جائے گا۔ چونکہ یہ ذرات سارے بدن میں
 پھیلے ہوئے تھے جو وقت یہ اپنے پہلے بدن کی طرف لوٹانے کے لئے واپس لئے
 جائیں تو اس وقت اس دوسرے انسان کا بدن اسی نسبت سے کمزور اور
 چھوٹا ہو جائے گا۔

اس بناء پر نہ تو پہلے انسان کا بدن ختم ہوتا ہے اور نہ ہی دوسرے
 انسان کا۔ صرف یہ بات ضرور ہے کہ دوسرے انسان کا بدن چھوٹا ہو جاتا
 ہے۔ اور یہ چیز کوئی شکل پیدا نہیں کرتی۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ قیامت
 کے دن انسانوں کے جسم بھی ارتقائی منازل طے کریں گے۔ اور ان کے
 نقص اور ان کی کمیاں برطرف ہو جائیں گی۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک
 بچہ بڑھتا ہے یا ایک زخمی انسان کے جسم میں نیا گوشت پیدا ہوتا ہے اور اس
 شخصیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ قیامت میں جو کہ ایک دنیا کے کمال
 ہوگی ناقص اور چھوٹے بدن کا مل صورت میں محسوس ہو گئے۔

اور اس طرح اس سلسلہ میں کوئی مشکل باقی نہیں رہ جاتی

(غور کیجئے !)

درمذید معلومات اور توضیحات کے لئے کتاب ”معاذ و جہان
پس از مرگ“ ملاحظہ فرمائیں۔



سوچئے اور جواب دیجئے!

- ۱۔ کیا قیامت میں ان کی زندگی ہر لحاظ سے اس کی اس دنیا کی زندگی کی طرح ہوگی؟
- ۲۔ کیا ہم قیامت میں ملنے والی جزاؤں اور سزاؤں کو اس دنیا میں محسوس کر سکتے ہیں؟
- ۳۔ کیا بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے عذاب صرف جسمانی پہلو رکھتے ہیں؟
- ۴۔ اعمال کے مجسم ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور اس پر قرآن کیونکر دلالت کرتا ہے؟
- ۵۔ اعمال کے مجسم ہونے کا عقیدہ قیامت کے بارے میں کن مشکلات کو حل کرتا ہے؟





مكتبة محمد بن عبد الوهاب

دستِوالِ سبق

بہشت اور دوزخ اور اعمال کا مجسم ہو کر ظاہر ہونا



- کیا موت کے بعد والی دنیا اسی دنیا کی طرح ہے ؟
- آیا اس دنیا کی حکومت کا نظام بھی اسی دنیا کے نظامِ حکومت کی طرح ہے ؟
- اعمال کا مجسم ہو کر ظاہر ہونا۔

کیا موت کے بعد والی دنیا اسی دنیا کی طرح ہے؟

بہت سے لوگ خود سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا موت کے بعد والی دنیا اسی دنیا کی طرح ہے یا اس سے مختلف ہے؟ اُس دنیا کی نعمتیں اور سزائیں اور وہاں پر رائج نظام اور قوانین کیا اس دنیا کی مانند ہیں؟ اس کے جواب میں تصریح کے ساتھ یہ کہنا ضروری ہے کہ: ہمارے پاس بہت سے ثبوت ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اُس دنیا اور اس دنیا میں بہت زیادہ فرق ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے بارے میں بھی ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ بھی بس ایک سراب کی مانند ہے۔

بہتر یہی ہے کہ ”ہم شکم مادر کے بچے“ کی مثال سے ہی یہاں پر کام لیں۔ جتنا شکم مادر کی دنیا میں اور اس دنیا میں فرق ہے اتنا ہی یا اس سے زیادہ فرق ”اس دنیا“ اور ”دوسری دنیا“ میں ہے۔

اگر شکم مادر میں رہنے والا بچہ عقل و ہوش رکھتا ہوتا اور چاہتا کہ باہر ہی دنیا کی یعنی آسمان و زمین، سورج، چاند اور ستاروں، پہاڑوں، جنگلوں اور دریاؤں کی تصویر اپنے ذہن میں رکھے تو مستم طور پر وہ کسی طرح بھی یہ کام نہیں کر سکتا۔

اس بچہ کے لئے جو شکم مادر میں ہے اور شکم مادر کے محدود ماحول کے علاوہ اس نے کچھ بھی نہیں دیکھا ہے اس کے لئے چاند و سورج و سمندر اور موجیں اور طوفان و نسیم و گل اور اس دنیا کی رنگینیاں کوئی مفہوم نہیں رکھتی ہیں۔ اس کی دنیائے معلومات کی لغت میں صرف چند الفاظ ہی ہوتے ہیں۔ اور شکم مادر کے باہر سے کوئی اسے کتنا ہی اس دنیا کے بارے میں سمجھانے کی کوشش کیوں نہ کرے لیکن وہ بچہ اسکی ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔

اس محدود دنیا کا اس انتہائی وسیع دنیا سے اتنا ہی یا اس سے کچھ زیادہ فرق ہے۔ اس بنا پر ہم بالکل اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ دوسری دنیا کی نعمتوں اور قوانین اور بہشت وغیرہ کی اصل حقیقت سے مطلع ہو سکیں۔

اس لئے ہم ایک حدیث میں پڑھتے ہیں : فیہا ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر : (بہشت میں ایسی نعمتیں ہیں جنہیں آنکھوں نے نہیں دیکھا اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی دماغ نے اس کے بارے میں سوچا ہے)۔

اور قرآن مجید نے اسی مفہوم کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے :
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قَرَّةٍ أَعْيَنَ ۚ جَنَّاتٌ بِمَآ
كَانُوا يَقْسَمُونَ ۝ وہ ان لوگوں (نیک اعمال کرنے والوں کے نیک اعمال
کے بدلے میں کیسی کیسی آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والی نعمتیں ان کے لئے
ڈھکی چھپی رکھی ہیں اس کو تو کوئی شخص جانتا ہی نہیں۔“

(سورہ سجدہ آیت ۱۷)

آیا اس دنیا کی حکومت کا نظام بھی اس دنیا کے نظام

حکومت کی طرح ہے ؟

اس دنیا کی حکومت کا نظام بھی اس دنیا کے نظام حکومت سے بہت الگ ہے مثلاً : قیامت کی عدالت میں انسانوں کے اعمال کے گواہ ان کے ہاتھ پیر ان کے جسم کی کھال اور یہاں تک کہ وہ زمین گواہ ہوگی جس میں انھوں نے

گناہ کئے ہوں گے: اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَنْهُمْ اَفْوَاهَهُمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيَهُمْ
وَنَشْهَدُ اَسْرَاجُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ ”آج ہم ان کے منہ پر ٹھہر
لگادیں گے اور جو جو کارستانیاں یہ لوگ (دنیا میں) کر رہے تھے خود ان کے
ہاتھ ہم کو بتادیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔“

(سورہ یسین - آیت ۶۵)

وَقَالُوا اجْعَلْ لَّهِ شَهِيدًا ۚ قَالُوا اَنْظِقْنَا لِلّٰهِ
الَّذِي اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ وَالْيَوْمَ تُجْجَعُونَ ۝
”اور یہ لوگ اپنے اعصار سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی
دی تو وہ جواب دیں گے کہ جس خدا نے ہر چیز کو گویا کیا اس نے ہم کو بھی (اپنی قدرت
سے) گویا کیا اور اسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور (آخر) اسی کی طرف لوٹ کر
جاؤ گے۔“

(سورہ فصلت (حم السجدہ) - آیت ۲۱)

البتہ ان مسائل کا تصور اب سے کچھ زمانہ قبل تک مشکل تھا۔ لیکن علوم کی
ترقی کے ساتھ ساتھ مناظر کے عکس اور آواز کو ٹیپ کرنے کے نمونوں کو دیکھ کر اب
یہ باتیں بالکل تعجب خیز نہیں رہیں۔

بہر حال اگرچہ ہم اس دنیا کی نعمتوں کا دور سے تصور ہی کر سکتے ہیں اور ان
کی وسعت و اہمیت اور خصوصیات سے صحیح طور پر واقف نہیں ہو سکتے لیکن اس
اس حد تک جانتے ہیں کہ اس دنیا کی نعمتیں اور سزائیں جسمانی اور روحانی دونوں
پہلو رکھتی ہیں۔ کیوں کہ معاد جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی۔ اور یہ فطری بات
ہے کہ سزا و جزا بھی دونوں پہلوؤں سے ہونی چاہئے۔

یعنی جس طرح قرآن مجید نے مادی و جسمانی پہلو کے لئے ارشاد فرمایا۔

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۖ وَأَلُتُّ بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝
اور انہوں نے نیک کام کئے ان کو (۱۷ پیغمبر) خوشخبری دیدی تھی کہ ان کے لئے (بہشت کے) وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ جب انہیں ان باغات کا کوئی میوہ کھانے کو ملے گا تو کہیں گے یہ تو وہی (میوہ ہے) جو پہلے جیسی ہمیں کھانے کو مل چکا ہے۔ انہیں ملتی ملتی صورت و رنگ کے (میوے) ملا کریں گے اور بہشت میں ان کے لئے صاف ستھری بیاباں ہوں گی اور یہ لوگ اس باغ میں ہمیشہ رہیں گے۔“

(سورہ بقرہ - آیت ۲۵)

اسی طرح قرآن مجید روحانی نعمتوں کے بارے میں یوں فرماتا ہے :

وَبَرِّضُوا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ أَكْثَرًا ۚ إِنَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَظِيمُ ۝ (اور ان) بہشتیوں کے لئے) خدا کی رضا اور خوشنودی ان سب نعمتوں سے بالاتر ہے یہی تو بڑی اعظم درجہ کی کامیابی ہے۔

(سورہ توبہ - آیت ۷۲)

حقیقت یہ ہے کہ بہشت کے رہنے والے انسان اس احساس سے کہ خدا ان سے راضی ہے اور پروردگار عالم نے ان کو اپنی نعمتوں سے نواز ہے، ایسے لطف و مسرت کو محسوس کرتے ہیں جس کا کسی چیز سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح دوزخ کے رہنے والے انسانوں کے لئے جہنم کی آگ اور جسمانی عذابوں کے علاوہ ان کے شامل حال جو خدا کا عین غضب اور اس کی ناخوشی

ہوتی ہے وہ ان کے لئے ہر سزا سے بدتر ہے۔

★ ★ ★

اعمال کا مجسم ہو کر ظاہر ہونا

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ قرآن کی بہت سی آیتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قیامت میں ہمارے اعمال زندہ ہو کر سامنے آئیں گے۔ اور مختلف شکلوں میں ہمارے ساتھ ہوں گے۔ اور اعمال کا اس طرح مجسم ہو کر سامنے آنا جزا و سزا کا ایک اہم طریقہ ہوگا۔

ظلم و ستم ایک سیاہ بادل کی شکل میں ہم کو گھیرے گا جیسا کہ پیغمبرؐ کی ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے : **الظلم هو الظلمات يوم القيامة** ”یعنی ظلم قیامت کے دن تاریکی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔“

ایشیوں کے مال پر ناجائز طور پر قبضہ ہم کو آگ کے شعلوں کی صورت میں گھیرے گا جیسا کہ سورہ نسا کی آیت ۱۰ میں بیان کیا گیا ہے : **إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا** ”جو لوگ یتیموں کے مال ناحق چٹ کھایا کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس انگار گھبراتے ہیں اور عنقریب جہنم واصل ہوں گے۔“ اور ایمان ایک نور اور روشنی کی شکل میں ہمارے چاروں طرف ظاہر ہوگا۔ جیسا کہ سورہ حدید کی آیت ۱۷ میں بیان کیا گیا ہے : **يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّتُ جَنَّتِي ۖ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدِينَ فِيهَا ۖ**

ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ ” جس دن تم مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کے ایمان کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہوگا تو ان سے کہا جائے گا تم کو بشارت ہو کہ آج تمہارے لئے وہ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہو گے اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔“

اسی طرح جن سود خوروں نے اپنے خراب اور گندے عمل سے معاشرہ کے انصاف پر مبنی اقتصاد کو درہم برہم کیا ہوگا وہ تشنگی اور اعصابی بیماریوں کی مانند ہو جائیں گے کہ اٹھنے کے وقت اپنے جسم کا توازن خود برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ کبھی زمین پر گر گئے تو کبھی اٹھیں گے جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۷ میں بیان کیا ہے :

مال کا ذخیرہ کرنے والے اور دولت جمع کرنے والے بخیلوں، محبوں نے محرومین کے حقوق ادا نہیں کئے، اکی گردنوں میں ایک ایسا سنگین طوق ہوگا کہ وہ حرکت تک نہ کر سکیں گے جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت ۸۰ میں بیان کیا گیا ہے :

وَلَا يَخْشَوْنَ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنَّهُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ ۚ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَاللَّهُ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاللَّهُ يَمَّا نَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ ” اور جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل و کرم سے کچھ دیا ہے اور پھر بخل کرتے ہیں وہ ہرگز اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ ان کے لئے کچھ بہتر ہوگا بلکہ یہ ان کے حق میں بدتر ہے کیونکہ جن مال کا بخل کرتے ہیں عنقریب ہی قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں پہنایا جائے گا۔ اور سارے آسمان و زمین کی میراث خدا ہی کی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے خبردار ہے۔“

اور اسی طرح تمام اعمال اپنی مناسبت سے کسی نہ کسی شکل میں مجسم ہو کر

ظاہر ہوں گے۔

ہم جانتے ہیں کہ جدید علوم کے مطابق دنیا میں کوئی چیز نابود نہیں ہوتی۔ مادہ اور قوت (ENERGY) ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں باقی رہتی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ہمارے افعال و اعمال بھی ان دونوں (مادہ و قوت) کے قانون سے الگ نہیں ہیں۔ اور اسی قانون کے مطابق ہمیشہ باقی رہتے ہیں خواہ انکی شکل کتنی ہی کیوں نہ بدل جائے۔

قرآن مجید قیامت کے بارے میں مختصر اور متوجہ کرنے والی عبادت میں ارشاد فرماتا ہے : **وَجَعَلُوا مَسَاجِدَهُمْ** اور جو کچھ ان لوگوں نے (دنیا میں) کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے۔“

(سورہ کہف - آیت ۴۹)

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو بھی سزا ملیگی وہ ان کے اعمال کی بنا پر ہی ملے گی اور اسی لئے اسی سورہ کہف کی آیت ۴۹ میں اس جملہ کے بعد فوراً قرآن مجید مزید ارشاد فرماتا ہے : **وَلَا يَظِلُّهُ سَبُّكَ أَحَدٌ** : ”اور تیرا بد ور دگار کسی پر (ذرہ برابر) ظلم نہ کرے گا۔“

ایک دوسرے مقام پر قرآن میں ہم روزِ قیامت کے بارے میں پڑھتے ہیں : **يَوْمَئِذٍ يَصُدُّ السُّوءُ النَّاسَ** اَشْتَاتًا لِّيُرَدُّ اَعْمَالُهُمْ ؕ ”اس دن لوگ گروہ گروہ (اپنی اپنی قبروں سے) نکلیں گے تاکہ اپنے اعمال کو دیکھیں۔“

(سورہ زلزال - آیت ۶)

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ؕ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ؕ : ”تو جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھ لے گا اور جس شخص نے ذرہ برابر بدی کی ہے تو وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔“

(سورہ انزال - آیات ۷ و ۸)

غور کیجئے کہ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کو خود دیکھ گیا۔ یہ حقیقت، کہ ہمارے چھوٹے بڑے اور نیک و بد اعمال اس دنیا میں باقی اور محفوظ رہتے ہیں اور ختم نہیں ہوتے اور قیامت میں بھی ہمارے ساتھ ہر جگہ پر رہیں گے، ہم سب کے لئے ایک انتباہ ہے تاکہ ہم خرابیوں اور برائیوں سے سختی کیساتھ دور رہیں اور نیکیوں کی راہ پر چلنے کی دل سے کوشش کریں۔

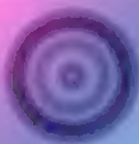
دلچسپ بات یہ ہے کہ آج ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں جو اس مسئلہ کی عکاسی اسی دنیا میں ہمارے لئے کر سکتے ہیں۔

ایک دانشور لکھتا ہے: آج مصر کے دو ہزار سال قبل کے مٹی کے برتن بنانے والوں کی آوازوں کی لہروں کو اس طرح منعکس کرنا ممکن ہے کہ وہ آوازیں سننے کے قابل ہوں۔ مصر کے عجائب گھروں میں دو ہزار سال قبل بنائے گئے وہ مٹی کے برتن باقی ہیں جن پر بناتے وقت مخصوص پہیے اور ہاتھوں کے ذریعہ سے کاریگروں کی آوازوں کی لہروں کے نقش بنے ہیں اور آج ان لہروں کو پھر سے اس طرح زندہ کیا جاسکتا ہے کہ ہم اپنے کانوں سے ان آوازوں کو سن سکیں۔

بہر حال قیامت کے مسئلہ اور نیکیو کاروں کی ابدی جزاؤں اور بدکاروں کی ہمیشہ رہنے والی سزاؤں کے بارے میں بہت سے سوالات کے جوابات قرآن مجید میں دئے گئے ہیں۔ اور اعمال کے مجسم ہونے اور اس مسئلہ پر بھیجی کہ ہمارے ہر اچھے اور برے عمل کا اثر روح و جان پر ہوتا ہے اور جو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گا، ان سب سوالات کے جوابات قرآن مجید میں موجود ہیں۔

۱۵ مارچ ۱۳۶۲ء جمعی شمس

ناصر کارم شیازی



سوچئے اور جواب دیجئے !

- ۱۔ کیا قیامت میں انسان کی زندگی ہر لحاظ سے اس کی اس دنیا کی زندگی کی طرح ہوگی ؟
- ۲۔ کیا ہم قیامت میں ملنے والی جزاؤں اور سزاؤں کو اس دنیا میں محسوس کر سکتے ہیں ؟
- ۳۔ کیا بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے عذاب صرف جسمانی پہلو رکھتے ہیں ؟
- ۴۔ اعمال کے مجسم ہونے سے کیا مراد ہے ؟ اور اس پر قرآن کیوں کر دلالت کرتا ہے ؟
- ۵۔ اعمال کے مجسم ہونے کا عقیدہ قیامت کے بارے میں کن مشکلات کو حل کرتا ہے ۔

